ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اپریل سنہ ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

ماہنامہ

انصاراللہ

ربوہ

اپریل ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

اس شمارے میں آپ کے لئے

جلد نمبر ——— ۳۴

شمارہ نمبر ——— ۴

پبلشر:- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر:- قاضی منیر احمد

مطبع:- ضیاء الاسلام پریس - ربوہ

مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصاراللہ

دارالصدر جنوبی - ربوہ

شرح چندہ

سالانہ چندہ ——— تیس ۳۰ روپے

قیمت فی پرچہ ——— تین روپے

خوشا! اے جماعت احمدیہ مبارک بادت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں

" اس پیغام کو سو سال ہو چکے ہیں۔ سو سال میں کتنی ہی نسلیں ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں اور تھک ہار کر بیٹھ رہا کرتی ہیں اور مالی نظام تو خصوصیت کے ساتھ بہت ہی زیادہ ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں۔ ابتلاء ان معنوں میں کہ مالی لحاظ سے سو سال کے اندر کام کرنے والوں کی دیانتیں بدل جاتی ہیں۔ ان کے اخلاص بدل جاتے ہیں۔ قربانی کرنے والوں کا معیار بدل جایا کرتے ہیں اور اس پہلو سے وہ مالی نظام جو خالصۃً طوعی تحریک پر مبنی ہو۔ اس کے لئے ایک سو سال تک کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا (غیر معمولی کامیابی ہے) خاص طور پر جبکہ دنیا کے رجحان اس کے برعکس چل رہے ہوں۔ جبکہ مالی قربانی کا تصوّر عملاً مٹتا چلا جا رہا ہو۔ جبکہ حکومتوں کی دولت پر کام چلائے جاتے ہوں اور انفرادی کوشش اور محنت اور اخلاص کے ساتھ اعلیٰ مقاصد کے لئے روپے پیش کرنے کا تصوّر اگر پہلے بعض قوموں میں تھا بھی تو کم ہوتا چلا جائے۔ دنیا میں جتنی بھی قومیں نیکی کے نام پر خرچ کرتی ہیں ان کے متعلق بلا خوفِ اختلاف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر آنے والے سال میں لوگوں کے جذبے میں کمی ہوتی چلی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ نیک کاموں پر ازخود خرچ کرنے کا رجحان کم ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ کا گراف اس سے بالکل مختلف ہے۔ اور حیرت انگیز وفا کے ساتھ اپنے اس اسلوب کو قائم رکھے ہوئے ہے کہ ہر آنے والا سال جماعت کی مالی قربانی کی روح کو کم کرنے کی بجائے بڑھا رہا ہے۔

ساری دنیا کی طاقتوں کو میں کہتا ہوں کہ مل کر زور لگا کر دیکھ لیں۔ حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) جیسی کوئی مالی قربانی کرنے والی جماعت کہیں ہو تو لا کر دکھائیں۔ دنیا کے سامنے وہ چہرے تو پیش کریں وہ کون لوگ ہیں جو اس

طرح اخلاص اور وفا کے ساتھ اور بڑھتی ہوئی قربانی کی روح کے ساتھ خدا تعالےٰ کے حضور اپنے اموال پیش کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ چونکہ اموال کی باتیں ہیں۔ اس لئے میں اموال کی بات کر رہا ہوں ورنہ خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ نیکیوں کے ہر میدان میں آگے بڑھ رہی ہے۔ کسی میدان میں بھی پیچھے نہیں رہ رہی۔

وقتی طور پر جہاں بعض دفعہ اخلاقی کمزوریاں پیدا ہوتی ہیں جب بھی توجہ دلائی جائے تو فوری طور پر اس کا ردّ عمل پیدا ہوتا ہے اور غلط راہوں پر جانے والے لوٹ آتے ہیں اور پھر صحیح رستے پر قافلے کے ساتھ مل کر چلنے لگتے ہیں........

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزکیہ عطا ہوتا ہے تو تزکیہ نصیب ہوتا ہے ورنہ اپنی طاقت سے تزکیہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) سے محبت کرنے والی، پیار کرنے والی۔ آپ کی عاشق یہ جماعت اللہ کے فضل کے ساتھ نیکی کے ہر میدان میں آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے اپنا سب کچھ اور اپنی اولاد کا سب کچھ اور اپنی جماعت کا سب کچھ جو ــــ کے قدموں میں لا ڈالا تھا اس میں برکت پڑ رہی ہے وہ مال بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ان قربانیوں کے معیار اونچے ہو رہے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں پہاڑوں میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ یہ سلسلہ ہائے کوہ بننے والے ہیں۔ اس لئے نیکی کے ان رجحانات کو ہمیشہ زندہ رکھیں، قائم رکھیں اور آگے بڑھاتے چلے جائیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵۔ دسمبر ۱۹۹۲ء)

بڑا ہی خوش قسمت اور سعادت مند ہے وہ وجود جو انفرادی طور پہ مالی قربانی کے اس جہاد میں شریک ہو کر امامِ وقت کی طرف سے اٹھنے والی ہر آواز اور ہر تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اس خراجِ تحسین کی قبائے زریں سے اپنے تجسّمِ اعمال کو مزیّن کرتا ہے اور اس تزئین کو دوام کے سانچے میں ڈھالتا رہتا ہے۔

امام الکلام

اگر ساری عُمر میں ایک بار بھی معلوم ہو جاوے....

"عبودیت اور ربوبیت کے جوڑے میں ایک ابدی بقاء کیلئے حظ موجود ہے صوفی کہتے ہیں جس کو یہ حظ نصیب ہو جائے وہ دنیا وفیہا کے تمام حظوظ سے بڑھ کر ترجیح رکھتا ہے۔ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اس کو معلوم ہو جاوے تو اس میں ہی فنا ہو جاوے لیکن مشکل تو یہ ہے کہ دنیا میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اس راز کو نہیں سمجھا اور ان کی نمازیں صرف ٹکریں ہیں اور اوپرے دل کے ساتھ ایک قسم کی قبض اور تنگی سے صرف نشست و برخاست کے طور پر ہوتی ہیں۔ مجھے اور بھی افسوس ہوتا ہے جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ صرف اس لئے نمازیں پڑھتے ہیں کہ وہ دنیا میں معتبر اور قابل عزت سمجھے جاویں اور پھر اس نماز سے یہ بات ان کو حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ نمازی اور پرہیز گار کہلاتے ہیں پھر ان کو کیوں یہ کھا جانے والا غم نہیں لگتا کہ جب جھوٹ موٹ اور بیدل کی نماز کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے تو کیوں ایک سچے عابد بننے سے ان کو عزّت نہ ملے گی اور کیسی عزّت ملیگی۔ غرض میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذّت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ اس کی یہی ہے۔ پھر شہروں اور گاؤں میں تو اور بھی سستی اور غفلت ہوتی ہے سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولا حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتا پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ ان کو اس لذّت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی انہوں نے اس مزہ کو چکھا.........

پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہیئے۔ کہ جس طرح پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی لذّتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایکبار مزہ چکھا دے۔ کھایا ہوا یاد رہتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بدشکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اس کے مجسم ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا"۔

(ملفوظات جلد اوّل جدید صفحہ 103)

ایسے وقت میں سوچو.........

"دنیا میں ایک وہ لوگ ہیں جو خود کپڑا پہننا نہیں جانتے وہ دوسروں کو لباس تقویٰ کیا پہنائیں گے۔ پہلے لباس تو پہننا سیکھو جب شرم گاہوں کو ڈھانک لوگے تو تم پر

رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلًا

کا حکم جاری ہوگا۔ عام طور پر......... کو یہ موقع ملا ہوا تو ہے مگر وہ اس کو ضائع کر دیتے ہیں.......... عشاء کے وقت تو سوتے ہی نہیں مگر اس کو بھی ضائع ہی کر دیتے ہیں۔ اگر توبہ و استغفار کریں تو اچھا موقع ہے۔ پھر اگر عشاء کے بعد ہی سو جائیں تو چار بجے ان کو تہجد اور توبہ کا موقعہ مل جائے بڑے بڑے حکم الٰہی آتے ہیں۔ مگر مزا ان میں تبھی آتا ہے جب ان پر عمل در آمد بھی ہو۔ انگریزی خوان تو تین تین بجے تک بھی نہیں سوتے پھر بھلا صبح کی نماز کیلئے کسطرح اٹھ سکتے ہیں۔ او کپڑے پہننے والو! تم اتنا کام تو ہمارے لئے کرو کہ ہماری کتاب کے لئے کوئی وقت نکالو.......رات کو اگر تم جناب الٰہی کو یاد کیا کرو تو تمہاری روح کو جناب الٰہی سے بڑا تعلق ہو جائے۔ مومن اگر ذرا بھی توجہ کرے تو سب مشکلات آسانی سے دور ہو جائیں۔

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا

اللہ تعالیٰ کا نام لو اور رات کو جہاں سے مُنقطع ہو جاؤ۔ مومن کو حضرت یوسفؑ کے بیان میں پتہ لگ سکتا ہے کہ جس شخص کا کسی چیز سے محبت و تعلق بڑھ جاتا ہے تو وہ اپنے محبوب کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر کرہی دیتا ہے۔.......... وَاذْکُرِ اسْمَ رات کو علیحدگی میں اپنے مالک کو یاد کرو۔ اگر تم کو یہ خیال پیدا ہو علیحدہ رہنے سے کیا فائدہ ہوگا تو یاد رکھو کہ

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا

پس یاد رکھو کہ جس پاک ذات نے تجھ کو علیحدگی اختیار کرنے کو کہا ہے وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کو اپنا کارساز سمجھو وہ تم کو سب کچھ دے گا۔

پس میرے بھائیو! غور کرو تم نے دن میں بہت کام کیا ہے۔ رات ہو گئی سونا اور مرنا برابر ہے ایسے وقت میں سوچو کہ تم نے جناب الٰہی کی کس قدر یاد کی ہے۔ (خطبات نور جلد دوم صفحہ 174 تا 176)

عربی منظوم کلام

هُوَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ الَّتِي   تُعْطِي نَعِيمًا مُّخْلَدًا

وہ نبیؐ ایسی لیلۃ القدر ہے جو دائمی نعمت دیتی ہے

أَتَجُولُ فِي حَوْمَاتِ نَفْسِكَ تَارِكًا سُنَنَ الْهُدٰى

کیا تو (اے مخاطب) اپنے نفس کے میدانوں میں ہدایت کے طریقوں کو چھوڑ کر گھومتا ہے

هَلَّا انْتَهَجْتَ مَحَجَّةَ الْأَحْيَاءِ يَا صَيْدَ الرَّدَا

اے ہلاکت کے شکار تو زندوں کا راستہ کیوں نہیں چلا

يَا مَنْ غَدَا لِلْمُؤْمِنِيْـ   ـنَ أَشَدَّ بُغْضًا كَالْعِدَا

اے وہ شخص جو مومنوں کے لئے سخت بغض میں دشمنوں کی طرح ہوگیا ہے

إِخْتَرْتَ لَذَّةَ هٰذِهٖ   وَنَسِيتَ مَا يُعْطٰى غَدَا

تُو نے اس دنیا کی لذّت اختیار کر لی اور تُو اُسے بھول گیا جو کل (قیامت) کو دیا جائے گا

يَا خَاطِبَ الدُّنْيَا الدَّنِيْـ   ـةِ قَدْ هَلَكْتَ تَجَلُّدًا

اے ذلیل دنیا سے منگنی کرنے والے تُو دلیری کی وجہ سے ہلاک ہوگیا

عَادَيْتَ أَهْلَ وَلَايَةٍ   وَقَفَوْتَ آثَارَ الْعِدَا

تُو نے (اللہ کی) دوستی والوں سے دشمنی کی اور دشمنوں کے آثار کی پیروی کی

(درِ ثمین عربی مترجم صـ ۱۴-۱۵)

فارسی منظوم کلام

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکاں بُوَد　　خود کُنی ثابت کہ ہستی فاجرے
پاکوں پر طعنہ زنی پاکوں پر نہیں ہوتی بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تو خود فاجر ہے

بغض با مردانِ حق نامردی است　　آں بشر باشد کہ باشد بے شرے
مردانِ خدا سے عداوت کرنا نامردی ہے بشر تو وہ ہوتا ہے جو بے شر ہو

وانکہ در کین و کراہت سوخت است　　نفسِ دوں را، ہست صیدِ لاغرے
اور جو دشمنی اور نفرت سے جلتا ہے وہ اپنے نفسِ دنی کے لئے ایک دُبلا شکار ہے

صد مراتب بہ زِ چشمِ اہلِ کیں　　چشمِ نابینا و کور و اعورے
کینہ رکھنے والوں کی آنکھ سے ہزار درجہ اچھی ہیں وہ آنکھیں جو اندھی - نابینا اور کانی ہوں

بر سرِ کین و تعصب خاک باد　　ہم بفرقِ کیں وراں خاکسترے
عداوت اور تعصب پر لعنت بھیج نیز کینہ وروں کے سر پر خاک ڈال

جز بہ پابندیٔ حق بندِ دگر　　در نہ گیرد، با خدائے اکبرے
پابندیٔ حق کے سوا کوئی دوسرا بند خدائے بزرگ سے نہیں ملاتا

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم　　ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہم تو سب پیغمبروں کے غلام ہیں اور خاک کی طرح اُن کے دروازہ پر پڑے ہیں

(درِثمین فارسی مترجم صفحہ ۲۳-۲۴)

ارکانِ نماز کی حکمت

پچھلے دنوں لندن میں منعقد ہونے والی ایک مجلس علم و عرفان میں ایک دوست نے سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ وغیرہ جو ارکان نماز مقرر ہیں ان کی حکمت اور افادیت کیا ہے؟ حضور انور نے مختصر جواب ارشاد فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اس بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود... نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اسے جماعتی اخبارات میں شائع کروانا چاہیئے۔ حضور انور کے اس ارشاد مبارک کی تعمیل میں ایک ابتدائی کوشش کے طور پر ملفوظات حضرت مسیح پاک سے چند حوالہ جات شائع کئے جا رہے ہیں جو ارکان نماز کی حکمت اور افادیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ اعلیٰ مضامین سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار
عطاء المجیب راشد
امام بیت الفضل لندن

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ارکان نماز کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔

ارکان نماز دراصل آداب خدمتگاران ہیں

ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آداب خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا تیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کو کس قدر گردن جھکاتا ہے۔ اور سجدہ کمال آداب اور کمال تذلل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود

ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طرق ہیں جو خدا تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر ان کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقال کی طرح نقلیں اتاری جاویں اور اسے ایک بار گراں سمجھ کر اتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتاؤ اس میں کیا لذّت اور حظ آسکتا ہے۔ اور جب تک لذت اور سرور نہ آئے اس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلل تام ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے روح بھی بولے۔ اس وقت ایک سرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 164۔165)

"یاد رکھو صلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے۔ بعض وقت اعلام تصویری ہوتا ہے۔ ایسی تصویر دکھائی جاتی ہے جس سے دیکھنے والے کو پتہ ملتا ہے کہ اس کا منشاء یہ ہے۔ ایسا ہی صلوٰۃ میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔ نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے ویسے ہی اعضاء و جوارح حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے۔ جب انسان کھڑا ہوتا ہے اور تحمید و تسبیح کرتا ہے۔ اس کا نام قیام رکھا ہے۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد و ثناء کے مناسب حال قیام ہی ہے۔ بادشاہوں کے سامنے جب قصائد سنائے جاتے ہیں تو آخر کھڑے ہو کر ہی پیش کرتے ہیں۔ تو ادھر ظاہری طور پر قیام رکھا ہے۔ اور اُدھر زبان سے حمد و ثناء بھی رکھی ہے۔ مطلب اس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔ حمد ایک بات پر قائم ہو کر کی جاتی ہے۔ جو شخص مصدق ہو کر کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ ایک رائے پر قائم ہو جاتا ہے۔ اس الحمدللہ کہنے والے کے واسطے یہ ضروری ہوا کہ وہ سچے طور پر الحمدللہ اسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اس کو یقین ہو جائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہو گئی تو یہ روحانی قیام ہے کیونکہ دل اس پر قائم ہو جاتا ہے اور پھر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کھڑا ہے۔ حال کے موافق کھڑا ہو گیا تا کہ روحانی قیام نصیب ہو۔

پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتا ہے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی کی عظمت مان لیتے ہیں تو اس کے حضور جھکتے ہیں۔ عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے رکوع کرے۔ پس سبحان ربی العظیم زبان سے کہا اور حال سے جھکنا دکھایا۔

یہ اس قول کے ساتھ حال دکھایا۔ پھر تیسرا قول ہے سبحان ربی الاعلیٰ۔ اعلیٰ افعل تفضیل ہے۔ یہ بالذّات سجدہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ حالی تصویر سجدہ میں گرنا ہے۔ اس اقرار کے مناسب

حال ہیئت فی الفور اختیار کر لی۔

اس قال کے ساتھ تین حال جسمانی ہیں۔ ایک تصویر اس کے آگے پیش کی گئی۔ ہر ایک قسم کا قیام بھی کیا گیا ہے۔ زبان جو جسم کا ٹکڑا ہے۔ اس نے بھی کہا اور وہ شامل ہو گئی۔

تیسری چیز اور ہے وہ اگر شامل نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ وہ کیا ہے؟ وہ قلب ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قلب کا قیام ہو اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کر کے دیکھے کہ درحقیقت وہ حمد بھی کرتا ہے اور کھڑا بھی ہے اور روح بھی کھڑا ہوا حمد کرتا ہے۔ جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی کھڑا ہے اور جب سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو دیکھے کہ اتنا ہی نہیں کہ صرف عظمت کا اقرار ہی کیا ہے۔ نہیں بلکہ ساتھ ہی جھکا بھی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی روح بھی جھک گیا ہے۔ پھر تیسری نظر میں خدا کے حضور سجدہ میں گرا ہے۔ اس کی علوشان کو ملاحظہ میں لا کر اس کے ساتھ ہی دیکھے کہ روح بھی الوہیت کے آستانہ پر گری ہوئی ہے۔ غرض یہ حالت جب تک پیدا نہ ہولے اس وقت تک مطمئن نہ ہو کیونکہ یقیمون الصلوٰة کے معنی یہی ہیں"۔

(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 433۔435)

"چاہیئے کہ نماز کی جس قدر جسمانی صورتیں ہیں ان سب کے ساتھ دل بھی ویسے ہی تابع ہو۔ اگر جسمانی طور پر کھڑے ہو تو دل بھی خدا کی اطاعت کے لئے ویسے ہی کھڑا ہو۔ اگر جھکو تو دل بھی ویسے ہی جھکے۔ اگر سجدہ کرو تو دل بھی ویسے ہی سجدہ کرے۔ دل کا سجدہ یہ ہے کہ کسی حال میں خدا کو نہ چھوڑے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ دور ہونے شروع ہو جاویں گے"۔

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 368)

ارکانِ نماز کا روح پر اثر پڑتا ہے

پھر فرمایا:۔

"روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیازمندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیازمندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی

صحت مین کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔

غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونو برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیازمندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیازمندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے"۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 421۔422)

ارکانِ نماز میں انسانی تضرّع کا نقشہ

پھر فرمایا:۔

"اور یہ جو پہلے میں نے بیان کیا ہے قیام، رکوع اور سجود کے متعلق، اس میں انسانی تضرع کی ہیئت کا نقشہ دکھایا گیا ہے۔ پہلے قیام کرتا ہے۔ جب اس پر ترقی کرتا ہے تو پھر رکوع کرتا ہے اور جب بالکل فنا ہو جاتا ہے تو پھر سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں صرف تقلید اور رسم کے طور پر نہیں بلکہ اپنے تجربہ سے کہتا ہوں بلکہ ہر کوئی اس کو اس طرح پر پڑھ کر اور آزما کر دیکھ لے۔

اس نسخہ کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ کہ جب کوئی دکھ یا مصیبت پیش آوے تو فوراً نماز میں کھڑے ہو جاؤ اور جو مصائب اور مشکلات ہوں ان کو کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرو کیونکہ یقیناً خدا ہے اور وہی ہے جو ہر قسم کی مشکلات اور مصائب سے انسان کو نکالتا ہے۔ وہ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جو مددگار ہو سکے۔

بہت ہی ناقص ہیں وہ لوگ کہ جب ان کو مشکلات پیش آتی ہیں تو وہ وکیل، طبیب یا اور لوگوں کی طرف تو رجوع کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا خانہ بالکل خالی چھوڑ دیتے ہیں۔ مومن وہ ہے جو سب سے اول خدا تعالیٰ کی طرف دوڑے"۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ 113)

یوم تحریک جدید 23 اپریل 1993ء بروز جمعۃ المبارک

حسب مشورہ مجلس مشاورت 1991ء و منظوری حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
"وکالت دیوان چندہ کے علاوہ دیگر مطالبات تحریک جدید کے لئے سال میں کم از کم دو مرتبہ یوم تحریک جدید منانے کا اہتمام کرے"

O۔ امسال مورخہ 23 اپریل 1993ء بروز جمعۃ المبارک یوم تحریک جدید مقرر کیا جاتا ہے۔ جس میں احباب جماعت کو چندہ کے علاوہ دیگر مطالبات تحریک جدید کیطرف خصوصی توجہ دلائی جائے۔

O۔ اس موقع پر اپنی سہولت اور حالات کے مطابق جلسے منعقد کر کے دیگر مطالبات کی اہمیت احباب جماعت پر واضح کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

O۔ خطبات جمعہ میں تحریک جدید کے مطالبات اور ان کی حکمت عملی بیان کی جائے۔

O۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ تحریک جدید کے ذریعہ جماعت پر نازل ہونے والے انعامات و افضال الٰہیہ کا احباب جماعت کے سامنے ذکر کیا جائے۔

O۔ اس دن حسب ذیل مطالبات پر خصوصی طور پر روشنی ڈالی جائے۔

(I)۔ احباب جماعت سادہ زندگی بسر کریں۔ لباس اور کھانے میں سادگی اختیار کی جائے۔

(II)۔ مطالبات وقف اولاد/وقف زندگی

(الف)۔ والدین اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کریں۔ (ب)۔ نوجوان اور پنشنرز احباب دین کے لئے زندگیاں وقف کریں۔ (ج)۔ رخصت موسمی اور رخصت کے ایام خدمت دین کے لئے وقف کریں۔

(III)۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔

(IV) جو لوگ بیکار ہیں وہ چھوٹے سے چھوٹا جو کام بھی مل سکے کر لیں۔ (V)۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کریں۔

(VI)۔ راستوں کی صفائی کا خیال رکھیں۔ (VII)۔ قومی دیانت کا قیام کریں۔ (VIII)۔ مقاصد تحریک جدید کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعائیں کریں۔

جلسہ یوم تحریک جدید کی رپورٹ سے بھی 10 مئی 1993ء تک دفتر کو مطلع کیا جائے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ

قسط اوّل

نیّتوں کے کرشمے

محترم عبد السمیع خان صاحب - استاد جامعہ احمدیہ ربوہ

اس مضمون کا محرک حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کا مندرجہ ذیل ارشاد ہے۔

"دنیا میں جتنی بدیاں پھیلتی ہیں وہ نیتوں کے فساد سے پھیلا کرتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے ایک تو انما الاعمال بالنیات کی مشہور حدیث آپ کے پیش نظر رہنی چاہیے لیکن ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا۔

إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

(بخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ)

کہ خبردار انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ لوتھڑا صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے۔ اور اگر وہ لوتھڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ خبردار وہ لوتھڑا دل ہے"۔

مراد یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی بدیاں راہ پاتی ہیں ان کا آغاز دلوں میں مخفی طور پر شروع ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ وہ بدی ایک معین خیال اور پھر ایک عزم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر وہ عملی جامہ پہنتی ہے پھر وہ انفرادی بدی رفتہ رفتہ قومی بدی بننے لگتی ہے اس لئے سب سے پہلے نیتوں کی اصلاح ضروری ہے۔..........

ایسے پروگراموں کی ضرورت ہے کہ جن کے نتیجہ میں بچوں کو نیتوں میں فتور سے محفوظ رکھا جا سکے۔ یہ ایک لمبا کام ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تفصیلی محنت کا محتاج ہے حکمت کا محتاج ہے۔ جماعتیں اپنی اپنی توفیق کے مطابق ایسے پروگرام بنائیں کہ خاندانوں کو متنبہ کرنے کی مشینری قائم ہو جائے۔ ایک ایسا کارخانہ بن جائے جس کے نتیجہ میں مستقلاً اس موضوع پر ماں، باپ کی تربیت کے سامان پیدا ہوتے رہیں۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنات میں نیت کے مضمون کے اوپر

مختلف نصیحتوں پر مشتمل تقاریر ہونی چاہئیں۔ اس موضوع پر مقابلے کروائے جاسکتے ہیں۔ کہ نیتوں کا فتور کیسے قوم کو ہلاک کرتا ہے اور یہ کہ کس طرح قوموں کی تاریخ سے ہمیں استفادہ کرنا چاہیئے۔ نیز یہ کہ جماعت احمدیہ کیا طریق اختیار کرے جس کے ذریعہ ہماری نسلیں پاک اور صاف اور واضح نیتوں کے ساتھ جوان ہو رہی ہوں۔ یہی پیغام ہے جو میں افریقہ کے دورہ کے دوران افریقہ کو دیتا رہا ہوں۔ ان کو میں بتاتا رہا ہوں کہ آپ کے بچوں کی نیتیں ابھی سے بگڑ چکی ہیں سارا ماحول اتنا گندہ ہو گیا ہے کہ آپ کی تعمیرِ نو ہو نہیں سکتی جب تک اپنی آئندہ نسلوں کی درستی کی طرف توجہ نہ کریں۔ اس کے لئے جہاں احمدی سکول ہیں وہاں سکولوں میں ایسے نصاب داخل کئے جاسکتے ہیں اور بالعموم جماعتی نظام کے تابع ایسے اور ذرائع اختیار کئے جاسکتے ہیں کہ جماعت کے سامنے کھول کھول کر آئندہ نسلوں کی نیتوں کو درست رکھنے سے متعلق تدابیر پیش کی جائیں اور پھر ایسے اقدامات کئے جائیں کہ جن سے افراد کی مدد ہو۔ صرف ماں، باپ پر نہ چھوڑا جائے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کریں بلکہ جماعت ان کی مدد کرے۔ اور عملاً ان کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کر سکیں اس ضمن میں ماں، باپ کی تربیت کے اجلاس بلائے جاسکتے ہیں بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق گو بچوں سے ہے لیکن براہ راست بچے مخاطب نہیں ہو سکتے۔ ماں باپ کی تربیت کے سکول ہونے چاہئیں ان کو بتانا چاہیئے کہ قوم میں یہ خرابیاں جڑ پکڑ گئی ہیں اور پھیل رہی ہیں اور اپنے اپنے بچوں کو بچانا ضروری ہے ورنہ اس کشتی سے باہر چلے جائینگے جو کشتی اس زمانہ میں مومنین کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے دوبارہ تعمیر کی ہے"۔

(الفضل 10 جنوری 1989ء۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 14 اکتوبر 1988ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو لایا جائے گا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہونگے۔ اور تین قسموں میں انہیں تقسیم کیا جائیگا۔ پہلے ایک قسم کا آدمی لایا جائیگا۔ اسے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اے میرے بندے! تو نے (نیک) اعمال کس وجہ سے کئے تھے؟ وہ عرض کریگا کہ اے میرے رب! آپ نے جنت پیدا کی اور اس کے درخت اور پھل پیدا کئے۔ اور نہریں پیدا کیں اور اس کی حوریں اور اس کی نعمتیں اور جو کچھ بھی آپ نے اپنی اطاعت کرنیوالوں کے لئے تیار کیا ہے۔ سب کچھ بنایا۔ پس میں نے ان چیزوں کو حاصل کرنیکے لئے شب بیداری کی۔ اور دن کو روزے رکھے۔ اس پر خدا تعالیٰ اسے فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے صرف جنت کی خاطر نیک اعمال کئے۔ سو یہ جنت ہے اس میں داخل ہو جا اور یہ میرا فضل ہی ہے کہ میں نے تجھ کو آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ اور یہ بھی فضل ہے کہ میں

تجھے جنت میں داخل کرونگا۔ پس وہ اور اس کے ساتھی جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر دوسری قسم کے آدمیوں میں سے ایک آدمی لایا جائے گا۔ اس سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھیگا کہ اے میرے بندے! تو نے نیک اعمال کس غرض سے کئے تھے۔ وہ جواب دیگا کہ اے میرے رب! تو نے دوزخ پیدا کی اور اس کی بیڑیاں اور اس کی شعلہ زن آگ اور اس کی باد سموم اور گرم پانی۔ اور جو کچھ بھی تو نے اپنے نافرمانوں اور دشمنوں کے لئے تیار کیا ہے۔ پیدا کیا۔ پس میں نے ان چیزوں سے ڈرتے ہوئے۔ شب بیداری کی اور دن کو روزے رکھے۔ اس پر خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے یہ کام صرف میری آگ سے ڈرتے ہوئے کئے تھے۔ پس میں نے تجھے آگ سے آزاد کیا اور اپنے فضل سے تجھے جنت میں داخل کرونگا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ اس کے بعد تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک آدمی کو لایا جائیگا۔ اس سے خدا تعالیٰ پوچھے گا۔ اے میرے بندے! تو نے (نیک) کام کس وجہ سے کئے تھے؟ وہ جواب دے گا اے میرے رب! تیری محبت کی وجہ سے اور تیرے ملنے کے اشتیاق میں۔ تیری عزت کی قسم میں راتوں کو جاگا اور دن کو میں نے روزے رکھے۔ صرف تیرے اشتیاق اور تیری محبت میں۔ پس مبارک اور بلند و بالا خدا اسے فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے یہ تمام نیک کام میری محبت اور میری ملاقات کے شوق کی وجہ سے کئے تھے۔ سو اپنا بدلہ لے۔ اور اللہ جل جلالہ اس شخص کے لئے خاص تجلّی فرمائے گا۔ اور سارے پردوں کو اپنے چہرے سے دور کر دیگا اور اس کے سامنے آ جائیگا اور کہے گا اے میرے بندے! لے میں یہ موجود ہوں۔ میری طرف دیکھو۔ پھر فرمائے گا میں نے اپنے فضل سے تجھے آگ سے آزاد کیا اور جنت کو تیرے لئے جائز کرتا ہوں اور فرشتوں کو تیرے پاس بھیجوں گا اور میں خود تجھے سلام کہوں گا۔ پس وہ اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جائیگا"۔

(ابن کثیر جلد 5 صفحہ 122)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل کے محرک بدلنے سے خدا کی نظر میں اس فعل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ اور یہی وہ ابدی سچائی ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کا لباس پہنایا۔

انما الاعمال بالنیات (بخاری کتاب بدءالوحی)

سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم کا شاہکار ہے۔ اور تمام انسانی زندگی کے تمام افعال و نتائج کا خلاصہ اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اس لئے علماء کی نظروں میں یہ حدیث غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے۔ بعض نے اسے تہائی اسلام قرار دیا ہے اور بعض نے تہائی علم۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "اس سے زیادہ جامع و مانع اور مفید حدیث کوئی نہیں

ہے"۔

(فتح الباری جلد 1 صفحہ 11)

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے نزدیک حضرت مسیح موعود......کا مصرع "ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے" اسی حدیث نبوی کی شرح ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ہر انسان کے ہر عمل کی جڑ اسکی نیت میں ہوتی ہے۔ پس اگر وہ جڑ متقوی ہے تو اسکے اعمال کی تمام تر عمارت خواہ وہ ثریا تک جا پہنچے وہ خدا کے حضور مقبول اور حسین ہوگی۔ ایک خوبصورت، دلکش اور پائیدار عمارت تعمیر ہوگی اور اگر نیتوں کی جڑ میں نقص پیدا ہو جائے تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا.....اس حدیث کا اطلاق انسان کی ساری زندگی پر اسکے تمام خیالات پر اور اسکے تمام اعمال پر ہوتا ہے۔ بہت ہی وسیع مضمون سے تعلق رکھنے والی حدیث ہے اور انسانی نفسیات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ انسانی نفسیات کی وہ جڑ ہے جسکو اگر پکڑلیں تو ہر انسان کی نفسیات کی الجھن اس سے حل ہو سکتی ہے"۔

(خطبہ جمعہ 9 اگست 1991ء)

امر واقعہ یہ ہے کہ ایک دنیا تو وہ ہے جو ارض و سماء کی بلندیوں اور پنہائیوں کے درمیان آباد ہے اور اس کے سارے رنگ و روپ، حرکات اور افعال کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مگر ایک اور دنیا ان افعال کے پس منظر میں آباد ہے جو نیتوں اور محرکات کی دنیا ہے۔ اور اس ظاہری دنیا سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور گنجلک ہے۔ جسے حقیقت میں صرف عالم الغیب والشہادۃ خدا ہی جانتا ہے اور اسی کے مطابق انسان سے معاملہ کرتا ہے۔ نیتوں کا تھوڑا تھوڑا زاویہ بدلنے سے نتائج کی نئی دنیا ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے نیتوں کا جہان بڑا ہی دلچسپ اور عجیب و غریب ہے۔ نیتوں کے مختلف روپ اور ان پر مرتب ہونے والے نتائج کا مطالعہ انسان کو اپنی نیتوں کی اصلاح کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس مضمون میں احادیث اور بزرگان سلف کے ایسے ہی عبرت آموز نمونوں کو مختلف عنوانوں کے تابع دکھایا گیا ہے۔

۱ - ایک قسم کے افعال مگر نیتوں کے فرق کی وجہ سے نتائج میں بعد المشرقین کے نمونے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زندہ اور لافانی کلام غیر متبدل صداقت ہے اور اس کو سمجھانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مختلف مثالیں دے کر اس کو واضح فرما دیا ہے کہ نیتیں کس طرح ایک ہی قسم کے اعمال کے ماحصل میں زمین و آسمان کا فرق پیدا کر دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک

شخص نے ام قیس نامی عورت سے شادی کرنے کے لئے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا۔

"سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت کے مطابق ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔ پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی اور ان کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن اور خواہشات کو ترک کر دیا۔ اسکی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہوگی۔ لیکن جس نے دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے نکاح کرنیکی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت کی غرض بھی وہی قرار پائے گی جو اس کی اپنی نیت ہے اور اسے ثواب میں کوئی حصہ نہیں ملیگا۔ یعنی اپنی نیت کا پھل۔ جیسی بھی وہ نیت ہے اس کے مطابق ملیگا"۔ (بخاری کتاب بدء الوحی۔ فتح الباری جلد اوّل)

ایک بار فرمایا۔

"دنیا میں چار قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

اوّل:۔ وہ شخص جسے خدا نے مال اور علم بخشا ہے اور وہ اپنے رب کا تقوی اختیار کرتا ہے۔ صلہ رحمی کرتا ہے اور حقوق اللہ بھی ادا کرتا ہے یہ سب سے بہتر انسان ہے۔

دوم:۔ وہ شخص جسے خدا نے علم تو دیا ہے مال نہیں دیا ہے۔ مگر صادق النیت ہے۔ وہ کہتا ہے اگر خدا مجھے مال دیتا تو میں اس پہلے شخص کی طرح خرچ کرتا۔ اسکی نیت کی وجہ سے اس کا اور پہلے شخص کا اجر برابر ہے۔

سوم:۔ وہ شخص جسے خدا نے مال دیا ہے مگر علم نہیں دیا وہ لاعلمی کی وجہ سے مال ناجائز رستوں پر خرچ کرتا ہے نہ تو خدا سے ڈرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے۔ نہ حقوق اللہ ادا کرتا ہے۔ یہ بد ترین انسان ہے۔

چہارم:۔ وہ شخص جسے خدا نے نہ مال دیا ہے نہ علم۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں مذکورہ بالا تیسرے شخص کیطرح کام کرتا۔ اس کی نیت کیوجہ سے اس کا گناہ تیسرے شخص کے برابر ہوگا"۔

(ترمذی ابواب الزھد باب مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر)

پھر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ غیرت کی ایک قسم کو پسند کرتا ہے اور دوسرے سے نفرت کرتا ہے۔ جس غیرت کو پسند کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان مشکوک اور تہمت والی چیزوں کے پاس جانے سے غیرت کھائے۔ اور جن چیزوں میں کوئی شک وشبہ والی بات نہ ہو ان سے غیرت کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فخر کی

ایک قسم کو پسند کرتا ہے اور ایک سے نفرت کرتا ہے۔ جس کو پسند کرتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جنگ کے وقت اپنے پر ناز اور فخر کرے اور صدقہ دیکر خوشی محسوس کرے۔ اور ناپسندیدہ فخر یہ ہے کہ برائیوں پر فخر کرے یا حسب و نسب میں فخر کرے"۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الخیلاء فی الحرب)

جہاد بالسیف ایک غیر معمولی قربانی کا متقاضی ہے۔ مگر اس کی جڑ اس کے اجر کا فیصلہ کرتی ہے۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک آدمی مال غنیمت کے لئے جہاد میں شریک ہوتا ہے اور ایک آدمی اپنی شہرت کیلئے اور ایک آدمی اپنی شجاعت کے اظہار کے لئے۔ ان میں سے کون خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالا قرار پائے گا۔ حضور نے فرمایا۔

"وہ شخص جو اس لئے جہاد کرتا ہے کہ خدا کا کلمہ دنیا میں بلند ہو در حقیقت صرف وہی جہاد فی سبیل اللہ کرنیوالا ہے"۔ (بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا)

جہاد بالسیف میں جو گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں وہ بھی نیتوں کے اثرات قبول کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1۔ جو خدا کی راہ میں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے پالے جاتے ہیں وہ اپنے مالک کے لئے اجر کا موجب ہوتے ہیں

2۔ جو شخص دوسرے کی محتاجی اور ہاتھ پھیلانے سے بچنے کے لئے گھوڑا پالتا ہے اور اس کے متعلق حقوق اللہ ادا کرتا ہے وہ اس کے لئے ستر اور گناہوں کی پردہ پوشی کا موجب ہے۔

3۔ اور جو شخص فخر اور ریاء اور مسلمانوں سے دشمنی کی خاطر گھوڑا پالتا ہے۔ وہ اس کے لئے بوجھ اور وبال کا موجب ہوگا۔ (بخاری کتاب المساقاۃ باب شرب الناس)

پاک نیت انسان کے روزمرہ کے کاموں کو جو عام طور پر وہ طبعی جوش سے انجام دیتا ہے۔ اسے بھی عبادت اور رضائے الہی میں بدل دیتی ہے۔ حضور نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا۔

" تو جو کچھ بھی رضائے الہی کی نیت سے خدا کی راہ میں خرچ کرے حتی کہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے تو اس کا بھی تجھے اجر دیا جائیگا"۔ (بخاری کتاب الایمان باب ان الاعمال بالنیتہ)

لالچ کرنا اور دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا منع ہے مگر جب خدا خود اپنے فضل سے عنایت کرے تو اس کو قبول کرنے میں ہی ثواب ہے۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا فرماتے تھے تو میں عرض کرتا تھا یا رسول اللہؐ اسے مجھ سے زیادہ مستحق کو عنایت فرمائیں تو حضورؐ

فرماتے تھے جب تجھے کوئی ایسا مال دیا جائے جس کی تو لینے کی طمع نہ رکھتا ہو اور نہ اس کے لئے سوال کیا ہو تو اسے لے لیا کر۔ مگر جو اس کے برعکس ہو وہ نہ لیا کر۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب من اعطاہ اللہ شیئاً من غیر مسئلۃ)

ایک آدمی مدینہ سے سفر کر کے دمشق میں حضرت ابوالدرداء کے پاس پہنچا۔ اور ان کے پوچھنے پر بتایا کہ میں آپ سے منسوب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا کوئی اور تو مقصد نہیں۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا تو تجارت کے لئے تو نہیں آیا۔ جواب ملا نہیں۔ پوچھا کیا تو صرف اسی حدیث کے سننے کے لئے آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"جو شخص حصول علم کی راہوں پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے راستے آسان کر دیتا ہے"۔

(ترمذی کتاب العلم باب فضل الفقہ علی العبادۃ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ایک لشکر کعبہ پر حملہ کریگا۔ جب وہ مقام بیداء پر پہنچے گا تو ان کو اول سے آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائیگا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان سب کو کیوں زمین میں دھنسایا جائے گا۔ حالانکہ ان میں بازار بھی ہونگے۔ یعنی تاجر وغیرہ ہونگے اور وہ لوگ بھی جو ان میں سے نہیں ہونگے۔ (یعنی حملہ کرنے کی نیت سے نہیں آئے) فرمایا ان سب کو زمین میں دھنسایا جائیگا اور پھر انکی نیتوں کے مطابق انہیں اٹھایا جائیگا۔ (یعنی نیتوں کے مطابق سلوک کیا جائیگا) (بخاری کتاب البیوع باب الاسواق)

اعمال بظاہر متضاد ہیں مگر اچھی نیت کی وجہ سے خدا کی نظر میں مقبول ہیں

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ ۔

"حضرت ابو بکرؓ نماز تہجد کی قراءت میں اپنی آواز بہت دھیمی رکھتے تھے اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے قراءت رکھتے تھے۔ حضورؐ نے ان دونوں سے وجہ دریافت فرمائی تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی کہ میں اس وجود کو قراءت سناتا ہوں جس سے میں راز کی باتیں کرتا ہوں (یعنی خدا میری آہستہ آواز بھی سن لیتا ہے) اور حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ میں شیطان کو اس کے ذریعے خوفزدہ کرتا ہوں اور سونے والوں کو جگاتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ سب طرز عمل طیب اور پاکیزہ ہیں۔ تاہم حضرت ابو بکرؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ اپنی

آواز تھوڑی سی بلند کرلیں اور حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اپنی آواز قدرے دھیمی رکھا کریں۔

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 109۔ جامع ترمذی ابواب الصلواۃ باب قراءۃ اللیل)

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا تم وتر کب پڑھتے ہو؟ عرض کیا رات کے اوّل حصہ میں پڑھ لیتا ہوں۔ پھر آپؐ نے یہی سوال حضرت عمرؓ سے کیا تو جواباً عرض کیا۔ رات کے آخری حصے میں اس پر آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکر نے احتیاط کا راستہ اختیار کیا اور عمر نے توانائی کی راہ اختیار کی۔

(ابوداؤد ابواب الوتر باب الوتر قبل النوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے فارغ ہو کر اسلحہ وغیرہ اتار رہے تھے کہ جبرئیل نے آپ کو خدا کا یہ پیغام سنایا کہ یہودی قبیلہ بنوقریظہ کی طرف پیشقدمی کرو اور آپ نے فوراً یہ اعلان کروایا کہ بنوقریظہ کی طرف چلو اور عصر کی نماز وہیں جا کر ادا کی جائیگی۔ صحابہ نے فوراً تعمیل شروع کردی۔ مگر بعض صحابہ کو دیر ہو گئی۔ اور سورج غروب ہونیکا وقت آگیا اس لئے ان میں سے کچھ نے تو راستہ میں ہی نماز عصر ادا کرلی کیونکہ وقت ختم ہو رہا تھا اور بعض نے کہا کہ چونکہ حضورؐ نے عصر کی نماز بنوقریظہ میں ادا کرنیکا حکم دیا تھا اسلئے ہم وہیں پہنچکر نماز ادا کرینگے۔ حضورؐ کو خبر ملی تو حضورؐ نے دونوں فریقوں کے طرز عمل کو قبول کیا اور کسی پر ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرجع النبی من الاحزاب)

حضرت ابوطلحہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کثرت سے جنگوں کی وجہ سے نفلی روزے نہیں رکھتے تھے۔ لیکن حضور کی وفات کے بعد کثرت سے نفلی روزے رکھتے رہے۔

(بخاری کتاب الجہاد باب من اختار الغزو علی الصوم)

حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے فقہاء میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود کو سب سے کم نفلی روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان سے پوچھا گیا آپ زیادہ روزے کیوں نہیں رکھتے۔ فرمایا میں نماز کو روزہ پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر زیادہ روزے رکھوں تو کمزور ہو جاتا ہوں اور نماز کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

(طبقات ابن سعد جلد 3 صفحہ 155)

روزہ رکھنے اور پیٹ بھر کر کھانے والے میں کتنا بڑا امتیاز ہے۔ مگر روح اطاعت نے خدا کی نظر میں ایک مقام حاصل کرلیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"کھانا کھا کر خدا کا شکر ادا کرنے والے کا اجر صبر کے ساتھ روزہ رکھنے والے کیطرح ہے"۔

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب الطاعم الشاکر)

نماز ــــ لقاءِ الٰہی کا زینہ

(یہ مضمون محترم محمد حسین چیمہ صاحب نے سالانہ اجتماع انصار اللہ بھارت ۱۹۹۰ء میں پڑھا)

نماز ایک ایسی سیڑھی ہے جس پر زینہ بزینہ چڑھ کر ایک مومن اللہ تعالیٰ سے شرف حضوری پا سکتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود............ فرماتے ہیں کہ

"اصل میں قاعدہ ہے۔ کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے۔ تو اسکے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جتنی لمبی وہ منزل ہوگی اتنی ہی زیادہ تیزی کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہوگا۔ تو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اسکا بعد اور دوری بھی لمبی پس! جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اسکے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے۔ اسکے واسطے نماز ایک گاڑی ہے۔ جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے۔ جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچیگا۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 255)

یہ بیان کرنے کے بعد کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے شرف حضوری کے لئے نماز کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ نماز کے آداب اور طریق کار کے متعلق کچھ عرض کرنا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ سے شرف حضوری یعنی نماز کی ادائیگی سے قبل باطنی پاکیزگی اور تزکیہ نفس کے علاوہ ظاہری طور پر بھی لباس کا صاف ستھرا ہونا خذوا زینتکم کے ارشاد الٰہی کے ماتحت لازمی ہے۔ پھر وضو کرنا یعنی اس طرح عملاً دنیوی امور کو یکسر الوداع کر دینا۔ نیز نماز کے لئے قبلہ رخ کھڑے ہوتے ہی اپنی تمام تر توجہ کو نماز کی نیت

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

کے ساتھ

اِنَّ صَلوٰتِی وَ نُسُکِی وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا کہ ہر لفظ کے معنی دماغ میں مرکوز ہوتے جائیں، قائم کرنا لازمی اور لابدی ہیں۔ تب گویا انسان مجسم طور پر خدا تعالیٰ کے دربار میں شرف حضوری کے لئے حاضر ہو جاتا ہے ایسا کرنے سے نماز میں توجہ انشاء اللہ قائم رہیگی۔ کہ جس کی عدم موجودگی نماز کی لذت کو پانے سے قاصر رکھیگی۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"نماز اصل میں رب العزت سے دعا ہے۔ جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ عاقبت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل نازل کریگا اسے حقیقی سرور اور راحت ملیگی۔ اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزا آتا ہے۔ اس طرح پر گریہ و بکاء میں لذت آئے گی۔ اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کھاتا ہے۔ تاکہ صحت حاصل ہو۔ اسی طرح اس بے ذوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔ اس بے ذوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور شوق پیدا ہو۔ یہ دعا کرے کہ۔

اے اللہ تعالیٰ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسے اندھا اور نابینا ہوں۔ اور میں اس وقت مردہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی۔ تو میں تیری طرف آ جاؤنگا۔ اس وقت مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناآشنا ہے۔ تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جاملوں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 321-322)

یہ امر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی عن العالمین کی ذات بے نیاز کو تو ہماری نمازوں اور دیگر عبادات کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے۔ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ اگر روئے زمین کے لوگ اتنے نیک اور پارسا ہو جائیں جتنا کہ ان میں موجودہ اعلیٰ درجہ کا بزرگ اور پرہیزگار ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی میں ذرہ بھر اضافہ نہیں ہوتا، اور بصورت دیگر اگر تمام لوگ اس شخص کی طرح بدترین ہو جائیں جو ان میں سب سے بدترین ہے تو تب بھی خدا تعالیٰ کی کبریائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دراصل یہ ہماری عبادتوں ریاضتوں اور قربانیوں کے فوائد ہماری ہی ذات کے لئے مخصوص ہیں۔

جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ (۳۵:۱۹)

(اور جو شخص پاک ہوتا ہے۔ وہ صرف اپنی جان کے فائدہ کے لئے پاک ہوتا ہے)۔

نماز کے بے شمار فوائد میں سے نمایاں یہ ہیں

1۔ نماز باعث نجات اور مکتی ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (۸۷:۱۴:۱۵)

(جو پاک بنیگا وہ یقینا کامیاب ہوگا۔ نیز (پاک بننے کے ساتھ ساتھ) اس نے اپنے رب کا نام بھی لیا اور نماز پڑھتا رہا۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (۲۳ :۲.۳)

(کامل مومن اپنی مراد کو پہنچ گئے۔ وہ مومن جو اپنی نمازوں میں عاجزانہ رویہ اختیار کرتے ہیں)

2۔ یقیناً نماز سب بری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (۲۹:۲۶)

3۔ جس طرح جسمانی ورزش جسم کے پٹھوں کو مضبوط کرتی ہے۔ اسی طرح نماز (روحانی ورزش) دماغ اور روح کو تقویت بہم پہنچاتی ہے۔

4۔ نماز بدیوں کو مٹاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان الحسنات یذھبن السیئات

5۔ نمازوں کی حفاظت کرنیوالوں کو فردوس بطور وراثت ملیگی اور وہ اس میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔

ایک طرف تو نماز چھوٹی اور بڑی برائی سے روکتی ہے اور انسان کو بدیوں سے بچاتی ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی اس کے مثبت اثرات بھی مرتب ہوجاتے ہیں اور ساتھ ساتھ انسان نیکیوں کو اپناتا ہے اور اچھی باتوں اور نیک اعمال کی طرف قدم مارتا ہے۔ وہ صبر و رضا، صدق و صفا اور زہد و اتقا میں ترقی کرنے لگتا ہے۔ اور دھیرے دھیرے اس پر الٰہی رنگ چڑھنے لگتا ہے اور وہ

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کا مصداق ہو کر باخدا اور پھر خدا نما انسان بننے لگتا ہے۔ صفات باری تعالیٰ کا وہ مظہر بننے لگتا ہے پس جب اس پر الٰہی رنگ چڑھنے شروع ہوجاتے ہیں۔ تو اسے ہی خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس سے ملنا کہا جاتا ہے۔

نماز سب عبادتوں کا مرکزی نقطہ ہے۔ قرآن مجید میں قریباً 76 بار لفظ صلوٰۃ کا مختلف پیرائیوں میں ذکر ہوا ہے۔ اس سے اس کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نماز کے بارے میں خطبات دے چکے ہیں۔ جن میں آپ نماز کی عبادت پر جماعت کو بہت تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ہم سب کو وہ خطبات بار بار سننے اور پڑھنے چاہیئں۔ کیونکہ وہ نماز کی حقیقت کو اسطرح واضح کرتے ہیں اور مسیح پاک کی اس بارہ میں تعلیم کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں کہ نماز کی طرف رغبت اور خدا تعالیٰ سے محبت ہونے لگتی ہے اور اس فرض کی ادائیگی میں توجہ اور انہماک میں لذت تلاش کرنے کی تحریص ہوتی ہے۔ اس لئے نماز پڑھتے وقت توجہ کا قائم رکھنا لازمی ہے۔ خیالات کو منتشر ہوتے دیکھتے ہی واپس اپنی جگہ پر لانے کے لئے پھر واپس وہاں سے شروع کریں۔ جہاں سے توجہ کی لڑی ٹوٹی تھی۔ الفاظ کو دوہرانے اور ان کے معانی کو مد نظر رکھنے سے توجہ کی لڑی ٹوٹنے نہ پائیگی۔

عموماً نماز میں توجہ بجائے نماز پڑھنے کے دوسری جانب چلے جانے کا امکان ہے۔ جب کہ خدا تعالیٰ کے حضور کامل اس کا ہو کر مودب کھڑا ہونا نماز کا لازمی جزو ہے۔

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں۔

"سو تم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اس کی نواہی سے بچتے رہو۔ اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع اور سجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو۔ اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو۔ اس میں نماز کچھ ثمرات مرتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبول کے لائق ہے۔ نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جائے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ زاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جائے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو۔ کہ وہی تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو"۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 236)

پھر فرماتے ہیں

"نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں۔ جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے۔ جلدی گلے سے اتر جائے۔ بعض لوگ نمازیں تو جلد پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دگنا وقت لے لیتے ہیں۔ حالانکہ نماز تو خود دعا ہے جس کو یہ نصیب نہیں ہے۔ کہ نماز میں دعا کرے۔ اس کی نماز ہی نہیں ہے۔ چاہیئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل

ہو.......... نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو.........

نیز فرمایا

"قرآن مجید میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 370۔ 371)

چنانچہ انصار بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ جہاں خود نماز باجماعت کا التزام کریں وہاں اولاد کو بھی نماز باجماعت ادا کرنے اور سنوار کر ادا کرنے کی تلقین کرتے رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

یعنی جہاں ہم خود نمازوں کو قائم کر کے جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائیں وہاں اپنی اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا کر ان کو نار جہنم سے بچائیں۔

حضرت اسمعیل کا اپنے اہل و عیال کو نمازوں کی تلقین کرنے کی صفت کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں کیسے اچھے انداز میں فرما کر زندہ جاوید کر دیا

كَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا

کہ اگر ہم بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے متمنی ہیں اور خدا تعالیٰ کے پسندیدہ وجود بننا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یہی گر ہے کہ خود بھی نمازوں پر پابند ہو جاؤ اور بار بار اپنے اہل و عیال کو بھی نمازوں اور زکوۃ و صدقات کی ادائیگی کے پابند بناؤ۔

بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی نماز کی طرف رغبت دلاتے رہنا چاہیئے اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچیں تو اسے اس فریضہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں سرزنش کیجائے تا وہ اس کی عظمت و اہمیت سے بچپن سے ہی واقف ہو جائیں۔ اگر ہمارے بچے نمازی ہو گئے تو گویا ہماری نسل خدا تعالیٰ کی عبادت میں لذت اٹھانے لگے گی اور ہمارے لئے یہ دعا

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

بھی منظوری کی سند حاصل کرلیگی۔ آخر میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا پر یہ مضمون ختم کرتا ہوں

رَبِّ اجْعَلْنِىْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ

کہ اے اللہ ہمیں اپنی نمازوں کو سنوار کر پڑھنے کی توفیق عطا فرما اور ہماری اولادوں میں بھی اس وصف کو زندہ فرما اور اس کو قبولیت کی سند سے نواز کہ قبولیت بھی تیرے فضل سے ہی وابستہ ہے۔

آزادیٔ ضمیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں

محترم قریشی فصیح الدین صاحب۔ عزیز آباد کراچی

شریعت نے مذہبی آزادی پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ لااکراہ فی الدین دینی معاملات میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ پوری آزادی ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید آزادی ضمیر اور آزادی عقیدہ کے متعلق اس قدر حسین تعلیم دیتا ہے کہ وہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہے مذہبی آزادی اور آزادی ضمیر انسان کی زندگی کا بنیادی حق ہے اور اسی غرض کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی اس لئے ہوئی کہ مذہبی آزادی کی حفاظت کی جائے اور آزادی ضمیر کی ضمانت دی جائے۔

شریعت نے آزادی ضمیر اور آزادی عقیدہ کی ضمانت دی ہے اور بڑے واضح الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے ہر فرد واحد خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہا کہ تم یہ اعلان کر دو کہ میں وکیل نہیں ہوں ذمہ دار نہیں ہوں تمہارا۔ اس لئے نہ کسی کو جبراً دین سے خارج کیا جاسکتا ہے۔ نہ کسی کو زبردستی نماز پڑھائی جاسکتی ہے نہ کسی کو جبراً نماز سے روکا جاسکتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عشق محمد ربہ۔ اپنے رب کے عاشق صادق تھے۔ اتنا پیار کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے کہ اپنے رب پر فنا ہوگئے۔ اور اسی واسطے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفات باری کے مظہر اتم تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی عظمت کو اور جلال کو جسطرح سمجھتے تھے وہ آپؐ کی زندگی ہمیں بتارہی ہے کہ کوئی حکم نہیں جس پر آپؐ نے عمل کرکے نہ دکھایا ہو اور کوئی نہی نہیں (یعنی خدا تعالیٰ کا یہ فرمان کہ یہ باتیں نہیں کرنیں) کہ جس سے آپؐ نے اجتناب نہ کیا ہو آپؐ کامل نمونہ تھے! قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کرنے والی ایک مقدس اور پاک اور مطہر ذات! قرآن کریم میں آزادی ضمیر اور آزادی عقیدہ کی حسین تعلیم دی گئی ہے۔ مذہبی آزادی اور آزادی ضمیر انسان کی زندگی کا بنیادی حق ہے اور اسی غرض کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

یہ حقیقت میں خدا اور بندے کا تعلق ہے اور اسمیں کسی دوسرے کو دخل دینے کی خدا تعالیٰ نے اجازت نہیں فرمائی یہی اسوہ نبویؐ ہے چونکہ ایمان کا تعلق دل سے ہے اور دل کی حالت سے صرف خدا تعالیٰ جو علام الغیوب ہے، واقف ہے وہی دل کی کیفیات کو دیکھتا ہے اور اس کے مطابق اعمال کی جزا دیتا ہے کوئی دوسری ہستی کیونکہ علام الغیوب نہیں اور دل کی پاتال تک اس کی نظر نہیں اسلئے وہ دخل دینے کی مجاز نہیں لہذا ایسے شخص کو جس کے دل میں ایمان ہے اور ایمان پر شرح صدر ہے اور اخلاص ہے اور فدائیت ہے اور معرفت ہے اور عرفان صفات باری ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہے اور اس پیار سے مجبور ہو کر وہ خدا تعالیٰ کی بات مانتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے تو کسی اور کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ تمہارے ساتھ خدا، پیار کا سلوک نہیں کرے گا اور تمہارے اعمال کی احسن جزا نہیں دے گا امر واقعہ یہ ہے کہ جو لوگ نیک نیتی سے اور خلوص کے ساتھ اس کے حضور کچھ پیش کرنے والے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتے رہیں گے دنیا جو مرضی کہتی رہے جو مرضی سمجھتی رہے اس لئے دعا یہی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کبھی شیطان کو یہ توفیق نہ دے کہ کسی بھی رنگ میں ہمارے اعتقاد میں کوئی رخنہ پیدا کر سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذہبی آزادی قائم رکھنے پر پوری طرح عامل تھے چنانچہ مدینہ میں جب اسلام پھیلا اور مسلمانوں کو طاقت حاصل ہوئی تو انہوں نے جبر واکراہ سے کام نہیں لیا مدینہ میں یہ طریق تھا کہ کسی اوسی یا خزرجی (مشرکین مدینہ) کے ہاں اگر اولاد نرینہ نہ ہوتی تو وہ منت مانتا کہ اگر اس کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا تو وہ اسے یہودی بنا دے گا اس طرح اوس اور خزرج کے کئی بچے یہودی بن گئے مسلمانوں کی طاقت کے زمانہ میں جب بنو نضیر یہودی اپنی شرارتوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں وہ بچے بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے اور انصار نے انہیں روک لینا چاہا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا اکراہ فی الدین کی آیت کے ماتحت ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر مدینہ میں نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا تو ان کی عبادت کا وقت آنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کے اندر ان کو عبادت بجالانے کی اجازت دے دی اور جب بعض صحابہ نے روکنا چاہا تو آپ نے ان صحابہ کو منع فرما دیا چنانچہ ان عیسائیوں نے مشرق رو ہو کر مسجد نبوی میں اپنی عبادت کے مراسم ادا کئے۔

قرآن کریم اپنی تعلیم کو ایسے دلائل قویہ کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے کہ وہ تعلیم براہ راست انسان کے ذہن اور دل میں اترتی چلی جاتی ہے اس لئے اس کے نفوذ کے لئے جبر کی ضرورت نہیں پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کی لڑائیاں لوگوں کو

جبراً مسلمان بنانے کی غرض سے تھیں تو تاریخ سے ہمیں ایسے لوگوں کی مثالیں نظر آنی چاہئیں جو بزور مسلمان بنائے گئے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہزاروں مسلمانوں اور کافروں کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں کوئی ایک مثال تو ایسے شخص کی ملنی چاہیئے جسے تلوار کے خوف سے مسلمان بنایا گیا ہو یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی جبری تبلیغ کی نظر نہیں آتی ہاں اس کے برعکس ایسی مثالیں تاریخ سے ثابت ہیں کہ ایک لڑائی میں اسامہ بن زیدؓ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کے فرزند تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے ایک کافر کے سامنے ہوئے جب اس کافر نے دیکھا کہ حضرت اسامہؓ نے اس پر غلبہ پالیا ہے تو کہنے لگا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن حضرت اسامہ نے اس کی پروا نہ کی اور اپنی تلوار سے اس کو قتل کر دیا۔ جب لڑائی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپؐ اسامہ پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جب اس شخص نے کلمہ پڑھ لیا تھا تو تم نے اسے کیوں مارا؟ اسامہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ ڈر کے مارے ایسا کہتا تھا آپؐ نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔

حضرت اسامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ مجھ پر اس قدر ناراض ہوئے کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا اور اب اس کے بعد مسلمان ہوتا تاکہ آپؐ کی یہ ناراضگی میرے حصہ میں نہ آتی۔

قرآن کریم مذہبی آزادی کا پیغام لے کر آیا تھا اور حکم تھا کہ دین کے معاملہ میں قطعاً کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب نے کمال دیانت داری کے ساتھ ہر شخص کو اس کے ضمیر پر آزاد چھوڑ دیا کہ جس مذہب پر کوئی چاہے رہے۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ

کہ قرآن کریم کے بیان فرمودہ احکامات اپنے اندر دلائل قویہ اور براہین ساطعہ رکھتے ہیں ان میں ایسی حکمتیں اور معارف پوشیدہ ہیں کہ ہر اہل بصیرت متأثر ہوتا چلا جاتا ہے اس لئے اپنی نورانی تاثیر کیوجہ سے کہ جس کے مقدر میں ہمیشہ غالب آنا لکھا گیا ہے اسے کسی طاقت اور جبر کی ضرورت نہیں دلائل کا سورج نکلا ہوا ہے جس کی مرضی ہے اس سے اپنے آپ کو روشن کرلے اور جو چاہے اس سے منہ موڑ کر تاریکی کا رخ کرلے۔

محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر کا قبول احمدیت

شیخ روشن دین صاحب تنویر کا قبول احمدیت

"اس سال جو خوش نصیب سلسلہ احمدیہ سے وابستہ ہوئے ان میں شیخ روشن دین صاحب تنویر بی اے ایل ایل بی سیالکوٹ (حال مدیر الفضل) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے 20 صلح/ جنوری 1940 (ہش) کو بیعت کا فارم پر کیا شیخ صاحب نے انہی دنوں اپنے قبول احمدیت کے حالات "الفضل" میں بھی شائع کرا دئے تھے جن کا ایک ضروری حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"دسمبر 39 کے شروع میں میری ایک مربیہ (سکینہ بی بی صاحبہ) نے جو نہایت مخلص احمدی ہیں مجھے قادیان دارالامان کی زیارت کی دعوت دی میں نے یونہی کچا پکا وعدہ کر لیا انہی دنوں محترمی محمد نذیر صاحب فاروقی ضلعدار ریاست بہاولپور نے بھی (جو میرے لنگوٹیئے یار ہیں) ایک خط میں اسی قسم کی دعوت دی۔ ان کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ دیرینہ مفارقت کے بعد ملاقات کا اچھا موقعہ ہاتھ آ جائے گا۔ مزید برآں مرکز سے بھی ایک فارمل دعوت ایک عزیز نے بھجوا دی۔ اس سہ گونہ دعوت کا مقابلہ میری بے پروائی سے نہ ہو سکا۔

24 دسمبر 1939ء کی مبارک صبح کو میں قادیان کا واپسی ٹکٹ خرید کر پلیٹ فارم پر گاڑی کی روانگی کے انتظار میں ٹہل رہا تھا کہ اخویم چوہدری شاہنواز صاحب ایڈووکیٹ سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ میں نے ان سے قادیان جانے کا تذکرہ کیا مگر ان کو یقین نہ آیا اور آتا بھی کس طرح ان کو خوب معلوم تھا کہ میں احمدیت کا سخت مخالف ہوں جب میں نے ان کو ٹکٹ دکھایا تو وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے فرمایا قادیان سے تم ضرور احمدی ہو کر پلٹو گے۔ میں نے جواب دیا۔ یہ ناممکن ہے آپ جانتے ہیں مجھ جیسا آزاد منش آدمی ایسی قیدوں میں نہیں سما سکتا میں تو صرف ایک تماشہ دیکھنے جا رہا ہوں تعطیلات ہیں لاہور نہ سہی قادیان سہی اتنے میں روانگی کی سیٹی بجی اور ہم سوار ہو گئے ویرکا ریلوے اسٹیشن تبدیلی کے لئے اترنا پڑا پلیٹ فارم پر احمدی خاندانوں کے خاندان اتر پڑے پلیٹ فارم سوٹ کیسوں ٹرنکوں اور بستروں سے

پٹ گیا۔ اس منظر نے ایک عجیب وغریب اثر میرے دل پر کیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ صدیوں کی سوئی ہوئی کوئی چیز میرے رگ و پے میں بھاگ رہی ہے۔ مرد عورتیں اور بچے، بچے کچھ ماؤں کی گود میں، ہیں اور کچھ ننھے ننھے قدم اٹھاتے ہوئے انگلیاں پکڑے اس سردی کے موسم میں کنبوں کے کنبے گھروں کو تالے لگا کر کس شوق وذوق سے آمادہ سفر ہیں پختگی اعتقاد کا ایک مقدس پہاڑ میری نگاہوں میں بلند ہو رہا تھا مرد عورتیں اور بچے۔ ماؤں کی گودوں میں ہمکتے ہوئے بچے چلتے پھرتے بچے سب میری آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر رہے تھے میں ایک اور ہی دنیا میں چلا گیا ایسی دنیا میں جو گذشتہ دنیا سے پاکیزہ تر اور ارفع و اعلیٰ تھی۔ جو مقدس اعتقاد کی دنیا ہے جہاں سوائے صفائی قلب اور جذب روحانی کے اور کچھ نہیں یہ اثر تھا جو میری روح پر ہوا یہ پہلا اثر تھا جس نے زیارت قادیان کا جوش پوری طاقت کے ساتھ میرے دل میں پیدا کر دیا انتظار کی گھڑیاں مجھے قیامت کی صدیاں معلوم ہونے لگیں خدا خدا کر کے ہماری گاڑی آ پہنچی اور میں بڑے اشتیاق کے ساتھ سوار ہوا اگرچہ گاڑی میں اس قدر بھیڑ تھی کہ بہت سے لوگوں کو کھڑے ہونے کے لئے بھی جگہ میسر نہ تھی اور مسافر سخت تنگی میں تھے مگر مجھے اشتیاق قادیان کی وجہ سے اس کھچا کھچی میں بھی ایک لطف آ رہا تھا اور میں اپنے آپ کو جنت میں بیٹھا ہوا تصور کرتا تھا۔ گو گاڑی کی رفتار مجھے سست معلوم ہوتی تھی میں چاہتا تھا کہ میری روح اور جسم کی تمام طاقت بھی انجن کی قوت کے ساتھ مل جائے اور گاڑی فوراً قادیان پہنچ جائے غروب آفتاب کے وقت آخر گاڑی قادیان کے اسٹیشن پر جا کھڑی ہوئی اسٹیشن پر اتنا انبوہ تھا کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا یہ ابھی پہلا روز تھا پچیس تاریخ کو جلسہ کا آغاز ہونا تھا ایک حشر تھا کہ بپا ہو گیا تھا تقدس کا ایک سمندر تھا کہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور میں اس کی موجوں کی آغوش میں ہچکولے کھا رہا تھا جس مکان میں ہم ٹھہرے وہ محلہ دارالبرکات میں واقع تھا محلوں کے نام سنے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ہم خلد بریں میں آ گئے ہیں عزت و تکریم کی لہر میری رگ رگ میں دوڑ گئی اور ایک روحانی بارش میری روح پر برس رہی تھی ایک بیرونی کمرے میں ہم اترے نیچے کماد کا چھلکا بچھا تھا۔ سردی کا موسم تھا نرم گدیلوں میں یہ لطف کہاں آرام و تعیش پر موت وارد ہو چکی تھی۔ سوا تسکین کے اور کوئی بات ہی نہ تھی لنگر سے کھانا منگوایا کھایا اور سو رہے صبح اٹھ کر بازار سے ہوتے ہوئے بہشتی مقبرہ کی زیارت کی قبروں کی قطاریں زندہ انسانوں کی صفیں معلوم ہوتی تھیں۔ مردوں کی پاک نفسی قبروں کے گوشوں سے نکل نکل کر میری روح سے ہم آغوش ہو گئی تربتوں کی سادگی نہایت جاذب نظر تھی۔ زندہ مردوں کی ایک دنیا ایسے مردے کہ جن کے سامنے مجھ جیسا زندہ ایک مردہ معلوم ہوتا۔ یہ ان عقیدت کیش لوگوں کی آخری آرام گاہ ہے جنہوں نے اپنا تن من دھن (.......) کے نام پر قربان کر دیا۔ پاک نفسوں کا

اتنا بڑا جمگھٹا شاید ہی کسی اور جگہ دیکھنے میں آئے بے اختیار میرے ہاتھ فاتحہ کے لئے اٹھ گئے اور میری روح ان مٹی کی پاک قبروں کے ساتھ لپٹ گئی بعدہ ہم اس چاردیواری میں داخل ہوئے جہاں سیدنا حضرت مسیح موعود ...... کا مزار مقدس ہے سادگی پر ہزاروں بناوٹیں قربان ہو رہی تھیں۔ خاک کے ذرے ذرے سے صداقت کی آواز اٹھ رہی تھی۔ یہ قبر اس انسان کی تھی جس نے اپنے مسیحائی کے دعوے کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے ساتھ عمر بھر نبرد آزمائی کی جس کی تکفیر کے فتوے لکھے گئے جس پر عیاذ باللہ صرف عیاشی کے ہی اتہام نہ لگائے گئے بلکہ جس کو قتل کی دھمکیاں بھی دی گئیں اور جس کی اہانت کرنے کے لئے کوئی وقیقہ فرد گذاشت نہ کیا گیا مگر خدا نے اس کو ہر ایک گزند سے بچایا وہی انسان آج اس سادہ سے تہی از تکلف مزار کی آغوش میں جاودانی نیند پڑا سو رہا ہے اس مٹی کی ڈھیری نے میرے دل میں ایمان کا شعلہ بھڑکا دیا اور میں ایک مضطرب جان لے کر وہاں سے لوٹا۔

.... بعد دوپہر۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... کی باتیں انجمن خدام احمدیہ کے جلسہ میں سنیں اس گرانمایہ شخصیت کے متعلق جتنے شکوک میں اپنے دل میں لے کر آیا تھا تمام کے تمام اس طرح مٹ گئے کہ گویا کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ اتنا سادہ اور پر زور کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تقریر میں کوئی دقیق مسائل نہیں بیان کئے گئے تھے سادہ روزمرہ کی باتیں تھیں۔ مگر انہی سادہ باتوں میں خدا جانے کہاں کی جاذبیت تھی کہ میں نے ایک ایک لفظ ہمہ تن گوش ہو کر سنا اور اپنے آپ کو زندہ سے زندہ تر پایا دوران جلسہ میں حضور کی دیگر تقاریر بھی سنیں جو اپنی سادگی ، برجستگی اور تاثیر کے لحاظ سے بیمثل تھیں باوجود ان تاثرات کے میں پکا غیر احمدی رہا اور مورخہ 29 دسمبر 1939ء کو صبح کی گاڑی قادیان سے رخصت ہو کر گھر کو روانہ ہوا میرے ہمراہ اور بھی بہت سے لوگ اس گاڑی پر واپس ہو رہے تھے جو عموماً احمدی تھے میرے ڈبے میں ایک شخص کے پاس چند کتب تھیں جو وہ قادیان سے خرید کر لایا تھا میں نے دفع الوقتی کے لئے ایک کتاب ان میں سے اٹھالی اور پڑھنے لگا یہ کتاب حضرت .... ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر "انقلاب حقیقی" تھی اس تقریر کے ختم کرنے تک میں دل سے احمدی ہو چکا تھا۔ زمین تو پہلے ہی تیار تھی۔ صرف بیج ڈالنے کی دیر تھی جو "انقلاب حقیقی" نے ڈال دیا۔ اور خدا کی رحمت یکبارگی مجھ پر نازل ہو گئی پہلے میں نے احمدیہ لٹریچر کا مطالعہ ایک مخالفانہ نکتہ نگاہ سے کیا ہوا تھا۔ وہ تمام مطالعہ اب یکدم مجھ پر کریمانہ انداز سے جھپٹا اور میں شکار ہو گیا۔ مجھے اپنے آپ پر خود یقین نہ آتا تھا۔ میری رگ رگ میں ایک ہیجان بپا تھا اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ابھی ابھی میری روح میرے جسم کو چھوڑ دے گی جس طرح اچانک کسی ہتھیلی پر جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیا جائے اور وہ اس اثر سے تلملانے لگے یہی حال

میری روح کا تھا۔ عید قربان کی نماز جامع احمدیہ سیالکوٹ میں ادا کی اور گھر آکر بیعت کا فارم پر کر کے امیر جماعت احمدیہ سیالکوٹ کو بھیجدیا جس کے زیر عنوان مندرجہ ذیل فی البدیہہ رباعی تھی۔

عید قربان ہے آج اے تنویر
مجھ پر ہے فضل رب سبحانی
پیش کرتا ہوں روح و قلب و دماغ
کاش منظور ہو یہ قربانی

(الفضل 15 مارچ 1940ء صفحہ 4-5)

حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے 12 اپریل 1940ء کو خطبہ جمعہ کے دوران شیخ صاحب موصوف کے شامل احمدیت ہونے کا ذکر بایں الفاظ میں فرمایا۔

"ابھی سیالکوٹ میں ایک دوست احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ شیخ روشن الدین صاحب تنویر ان کا نام ہے اور وکیل ہیں۔ جب مجھے ان کی بیعت کا خط آیا تو میں نے سمجھا کہ کالج کے فارغ التحصیل نوجوانوں میں سے کوئی نوجوان ہوں گے مگر اب جو وہ ملنے کے لئے آئے اور شوریٰ کے موقع پر میں نے انہیں دیکھا تو ان کی ڈاڑھی میں سفید بال تھے۔ میں نے چوہدری اسد اللہ خان صاحب سے ذکر کیا کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ نوجوان ہیں اور ابھی کالج میں سے نکلے ہیں مگر ان کی تو ڈاڑھی میں سفید بال آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تو دس بارہ سال سے وکیل ہیں۔ پہلے احمدیت کے سخت مخالف ہوا کرتے تھے مگر احمدی ہو کر تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کایا ہی پلٹ دی ہے"۔ (الفضل 21 اپریل 1940ء صـــــ 12)

حسنِ کارکردگی ناظمینِ اضلاع مجلس انصاراللہ پاکستان

سال ۱۳۷۱ ہش / ۱۹۹۲ء میں ناظمین اضلاع مجالس انصاراللہ پاکستان میں حسنِ کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اسناد خوشنودی کے حق دار پائے ہیں۔ ان کے نام حضور کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کئے گئے تھے۔ جو حضور نے ازراہِ شفقت منظور فرمائے اور فرمایا۔ "منظور ہے۔ اللہ مبارک فرمائے"۔

باقی صـــــ ۴۰ پر

آنکھ ــــ ایک اہم حِس

مظفر احمد درّانی - مربّی سلسلہ عالیہ احمدیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سے اعضا دیئے ہیں۔ آنکھ دی ہے جس سے ہم رنگوں اور شکلوں کو دیکھتے ہیں۔ دنیا اور کائنات کا مشاہدہ کر کے ایک تجزیہ اور فیصلہ کرتے ہیں کان دیئے ہیں جن سے ہم صوتی لہروں کو سنتے ہیں ناک دی ہے جس سے ہم خوشبو اور بدبو سونگھتے ہیں اور حظ اٹھاتے یا تکلیف محسوس کرتے ہیں ہاتھ پاؤں دیئے ہیں جن سے ہم پکڑتے اور چلتے ہیں اور زبان دی ہے جس سے ہم چکھتے اور کلام کرتے ہیں۔

ان سب اعضا میں آنکھ کو ایک خاص اور اہم مقام حاصل ہے آنکھ سے صرف دیکھنا اور مشاہدہ کرنا ہی کوئی معمولی بات نہیں جسکا اندازہ آنکھیں بند کرنے۔ اندھیرا ہونے یا بینائی نہ ہونے سے ہی ہوسکتا ہے۔ بلکہ انہیں آنکھوں کے مشاہدہ سے ہی دل و دماغ رہنمائی لے کر اچھے برے کا فیصلہ کرتا ہے اور ان آنکھوں سے ہی انسان کا اندرونا سنورتا یا بگڑتا ہے اگر وہ آنکھ پر علام الغیوب کو نگران سمجھتا ہے تو اسکے اخلاق متصف بصفات حسنہ ہونگے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بتایا کہ انسان کی کوئی بھی حالت ایسی نہیں جو خدا سے پوشیدہ ہو۔ وہ تو یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور (مومن 20) آنکھ کی خیانت اور جو کچھ دل چھپائے ہوئے ہوں ان کو بھی جانتا ہے۔ اس آیت قرآنی کی تفسیر میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"جب بھی انسان بھٹکنے لگتا ہے اس کی آنکھوں سے ضرور پتہ چل جاتا ہے۔ ایک پاکباز انسان کی سیر ہوئی ہوئی آنکھیں بالکل اور پیغام دیتی ہیں اور ایک بدنیت کی آنکھیں بالکل اور پیغام دیتی ہیں اور آنکھ کا پیغام تو اتنا لطیف ہے کہ بظاہر انسان کو بھی بعض دفعہ سمجھ نہیں آتا لیکن لطیف ہونے کے باوجود ظاہر بھی ہے اور اگر انسان فکر کرے تو یہ پیغام اس کو دکھائی دینا چاہیئے۔ (خطبہ جمعہ 20 نومبر 1992ء لندن)

"دل اس خیانت کی آماجگاہ بن جاتا ہے جسکا آغاز آنکھ سے ہوا تھا تو خائنۃ الاعین فرمایا کہ آنکھوں کی خیانت اس کی حفاظت کرو یہ ایسا ہی مضمون ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا کہ سرحدوں پر گھوڑے باندھو اس بات کا انتظار نہ کرو کہ دشمن تمہارے گھر تک پہنچ جائے پھر دفاع کی کاروائی شروع کرو تو آنکھ وہ سرحد ہے جہاں خیانت کا دفاع ہونا چاہیئے۔ اگر آنکھ سے خیانت کا دفاع ہو جائے تو پھر دل کا حال صاف ہی رہتا ہے دل پاکیزہ رہتا ہے اور اس کو بھی کسی قسم کا اور خطرہ درپیش نہیں ہوتا"

(خطبہ جمعہ 13 نومبر 92 لندن)

اس لئے دریچۂ چشم کی جس طرح ظاہری صفائی کی ضرورت ہے وہاں باطنی صفائی کی بھی اشد ضرورت ہے اس لئے اسے ہر اس روشنی کیلئے کھلا رکھنا چاہیئے جو خدا تعالیٰ کے نورانی منبع سے پھوٹتی ہے اور ہر اس ٹھنڈک کو محسوس کرے جو سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ ٹھنڈک محسوس کرتی تھی آپ نے فرمایا "قرۃ عینی فی الصلوۃ" کہ دعاؤں میں، نمازوں میں، خدا تعالیٰ کی عبادت میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اس لئے ہر وہ فعل جو خدا تعالیٰ کی رضا کو جذب کرنے والا ہو اس میں آنکھوں کی ٹھنڈک تلاش کی جائے غض بصر کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا کے سامنے نظریں نیچی ہو جائیں اور ہر ادب والی جگہ پر نظریں نیچی رہیں۔ تلاوت قرآن کریم میں آنکھیں رقت آمیز ہوں مشاہدہ فطرت کے لئے آنکھیں کھلی رہیں اور خدا تعالیٰ کی قدرت کے جلووں سے پر نور رہیں ۔ الغرض آنکھ کو ہر بد نظری سے محفوظ رکھنا چاہیئے بلکہ اس کے اسباب سے بھی دور رہنا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"مومن کو نہیں چاہیئے کہ دریدہ دھن بنے یا بے محابا اپنی آنکھ کو ہر طرف اٹھائے پھرے۔ بلکہ یغضوا من ابصارھم (النور 31) پر عمل کر کے نظر کو نیچی رکھنا چاہیئے اور بد نظری کے اسباب سے بچنا چاہیئے۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 533)

اسی طرح غلط نیت اور ارادہ سے اور بلاوجہ غیر محرموں کی طرف دیکھنا منع ہے اتفاقاً غیر ارادی طور پر نظر کا اٹھ جانا قابل معافی ہے ہاں احتیاط مقدم ہے۔ اسبارہ میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ

"ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور ان کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا

تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 29)

قرآن کریم نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ "ولاتمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجاً منھم (طٰہٰ 132) اور ہم نے جو کچھ ان میں سے بعض لوگوں کو دنیوی زندگی کی زیبائش کے سامان دے رکھے ہیں تو ان کی طرف دونوں آنکھوں کی نظر کو پھیلا پھیلا کر مت دیکھ۔ گویا آنکھ کو کسی کی دولت، حسن، سامان آسائش کی طرف دیکھتے رہنا زیبا نہیں ہے اور خاص کر عورتوں کی طرف نظر بلاروک اٹھنا انتہائی خطرناک ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود...... فرماتے ہیں:۔

"مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے۔ کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غض بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غض بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 30)

للچائی ہوئی آنکھ سے دوسری چیزوں کو دیکھنا بھی سنگین بدی ہے اس سے لالچ بڑھتا ہے دوسروں کی چیزوں کو اپنانے کا خیال آتا ہے اور اس طرح پھر چوری۔ ڈاکے اور بے راہ روی راہ پاتی ہے۔

قرآن و حدیث نے ہمیں لغو امور سے اجتناب کی تعلیم دی ہے اور ضیاع وقت سے منع فرمایا ہے اور خاص طور پر حضرت مسیح موعود اور آپ کی معرفت جماعت احمدیہ کے اوقات کو بڑا ہی قیمتی قرار دیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا انت الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ کہ تو وہ بزرگ مسیح ہے کہ جسکا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا پس فحش لٹریچر لغو بھی ہے ضیاع اوقات کا موجب بھی ہے اور انسان کے کردار کو بھی تباہ کرنے والا ہے اس لئے خدا کی نعمت آنکھ سے فحش لٹریچر کا مطالعہ کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔

آنکھ ہی ہے جس سے کسی کو تحقیر سے دیکھا جاتا ہے اور اظہار غصہ سے کسی کی دل آزاری کی جاتی ہے اور شریعت میں ان دونوں باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ کہ کسی پر ناواجب اظہار ناراضگی ہو یا کسی کو انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

دین حق ایسا پیارا مذہب ہے کہ تمام باتیں اور ہدایتیں کھول کھول کر بیان فرما دیں اور سب افراد کے حقوق و فرائض متعین فرما دیئے۔ انسان کو رہنے سہنے اور حسن معاشرت کے سلیقے بتلا دیئے اور ہر

طرح کے اعلیٰ سے اعلیٰ آداب مہیا کر دیئے انہیں میں سے آنکھ کے حقوق و فرائض اور آداب کا اس مضمون میں کچھ ذکر ہوا ہے۔ یہ آنکھ ہی ہے جس سے حیا ظاہر ہوتی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ

"الحیاء من الایمان" (صحیح بخاری)

کہ حیا ایمان کا حصہ اور جزو ہے گویا آنکھ کے درست استعمال سے حیاء ظاہر ہوتی ہے اور حیا سے ایمان پیدا ہوتا ہے اور درست ایمان سے انسان کی دنیا و آخرت سنورتی ہے اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

زعماء کرام انصار اللہ سے ایک ضروری گزارش

آپ کی توجہ شعبہ تجنید کی طرف مبذول کروانا مقصود ہے کیونکہ ہماری تجنید میں ابھی اضافہ کی کافی گنجائش ہے۔ یقیناً انصار کا ایسا طبقہ موجود ہے جن تک تنظیم نہیں پہنچ سکی اور ان کا ابھی تنظیم سے رابطہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ مجالس خود ہی کم تعلق رکھنے والے انصار کو تجنید میں شامل نہیں کرتیں جو درست نہیں۔ نیز تجنید مکمل نہ ہونے کی وجہ سے دیگر شعبہ جات کے کام بھی متاثر ہوتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ براہ کرم درج ذیل امور کو مد نظر رکھتے ہوئے سال 1993ء میں مکمل فہرست تجنید تیار کر کے ارسال فرماویں۔

1۔ جو احباب گذشتہ سال 31 دسمبر تک چالیس سال کی عمر تک پہنچ گئے ہیں ان کو مجلس انصار اللہ کا رکن بنایا جائے۔ کوشش کی جائے کہ کسی ایسے ناصر کا نام فہرست سے باہر نہ رہے۔

2۔ بعض انصار جو دوسرے مواقع پر رابطہ نہیں کر پاتے وہ اکثر عید میں شمولیت کے لئے آنے کو کوشش ضرور کرتے ہیں۔ اس موقع پر فائدہ اٹھا کر اگر پیشگی جائزہ کا انتظام کر لیا جائے تو جو انصار صاحبان پہلے فہرست میں شامل نہیں۔ انہیں شامل کیا جا سکتا ہے۔

3۔ تجنید فارم پر کوائف تجنید درج فرما کر 30 اپریل 93ء تک مرکز بھجوا دیئے جائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

حبیب الرحمان زیروی قائد تجنید مجلس انصار اللہ پاکستان ربوہ

تثلیث سے متعلق ایک دلچسپ مکالمہ

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''میں ابھی نوجوان تھا قریباً بیس سال کی عمر تھی کہ میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے ڈلہوزی گیا۔ وہاں ایک مشہور پادری آئے ہوئے تھے۔ جس کا نام غالباً فرگوسن تھا۔ انہوں نے سینکڑوں عیسائی بنا لئے تھے اور وہ پہاڑ پر بھی اپنے ٹریکٹ تقسیم کرتے اور عیسائیت کی تعلیم پھیلاتے رہتے تھے۔ کچھ مسلمان جو غیرت مند تھے وہ مولویوں کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اس فتنہ کا مقابلہ کریں مگر انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے تو مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ آخر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ آپ چلیں اور ان سے بات کریں۔ ہم لوگ بڑے شرمندہ ہیں۔ میں ابھی چھوٹی عمر کا ہی تھا اور میری دینی تعلیم ایسی نہ تھی لیکن میں ان کے کہنے پر تیار ہو گیا اور ہم چند آدمی ملکر ان کی کوٹھی کی طرف چل پڑے۔ وہاں جا کر میں نے ان سے کہا کہ پادری صاحب میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت ہم میز پر بیٹھے ہوئے تھے اور میرے سامنے ایک پنسل پڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا فرمائیے اگر یہ پنسل اٹھانے کی ضرورت ہو اور آپ اس وقت مجھے بھی آواز دیں کہ آؤ اور میری مدد کرو۔ اپنے ساتھیوں کو بھی آوازیں دینی شروع کر دیں۔ اپنے بہرے کو بھی بلائیں۔ اپنے باورچی کو بھی بلائیں۔ اپنے اردگرد کے ہمسایوں کو بھی بلائیں اور جب سارا محلہ اکٹھا ہو جائے تو آپ ان سے یہ کہیں کہ یہ پنسل میز پر سے اٹھا کر میرے ہاتھ میں دیدو تو وہ آپ کے متعلق کیا خیال کریں گے؟ کہنے لگا اس کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا مطلب خود بخود آ جائیگا۔ آپ صرف یہ بتائیں کہ آیا یہ بات معقول ہو گی اور اگر آپ ایسا کریں تو لوگ آپ کے متعلق کیا سمجھیں گے؟ کہنے لگا پاگل سمجھیں گے۔ میں نے کہا اب یہ بتائیے کہ باپ خدا میں اکیلے دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی۔ میں نے کہا بیٹے خدا میں اکیلے دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی۔ میں نے کہا روح القدس خدا میں اکیلے دنیا کو پیدا کرنے کی طاقت تھی یا نہیں؟ کہنے لگا تھی۔ میں نے کہا پھر یہ وہی پنسل والی بات ہو گی کہ تینوں میں ایک جیسی طاقت ہے اور

اس کام کے کرنے کے قابل ہیں مگر تینوں بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں حالانکہ وہ اکیلے اکیلے بھی دنیا کو پیدا کر سکتے تھے۔ میں نے کہا آپ یہ بتائیں کیا دنیا میں کوئی کام ایسا ہے جس کو خدا باپ کر سکتا ہے اور بیٹا خدا نہیں کر سکتا۔ یا بیٹا خدا کر سکتا ہے اور روح القدس خدا نہیں کر سکتا۔ یا روح القدس خدا کر سکتا ہے اور باپ خدا نہیں کر سکتا یا بیٹا خدا کر سکتا ہے اور باپ خدا نہیں کر سکتا؟ کہنے لگا کوئی نہیں۔ میں نے کہا پھر جھگڑا کیا ہے۔ اگر دو خدا فارغ بیٹھے رہتے ہیں تو یہ بڑی مصیبت ہے کہ وہ کام تو کر سکتے ہیں مگر فارغ بیٹھے وقت ضائع کر رہے ہیں اور اگر ایک کام کو تینوں مل کر کرتے ہیں حالانکہ ان تینوں میں سے ہر ایک اکیلا اکیلا بھی وہ کام کر سکتا ہے تو یہ جنون کی علامت ہے۔ اس پر وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ عیسائیت کی اصل بنیاد کفارہ کے مسئلہ پر ہے تثلیث کا مسئلہ تو ایمان کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ میں نے کہا کہ جب تک تثلیث سمجھ میں نہ آئے انسان ایمان نہیں لا سکتا اور جب تک ایمان نہ لائے تثلیث سمجھ میں نہیں آ سکتی تو یہ تو دور تسلسل ہو گیا جس کو تمام منطقی ناممکن قرار دیتے ہیں۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ مجھے معاف کریں کفارے پر بات کریں"۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم ۲۲-۲۳)

حسنِ کارکردگی مجالس انصار اللہ پاکستان

سال ۱۳۷۱ ہش ۱۹۹۲ء میں مجالس ہائے مقامی انصار اللہ پاکستان کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ جس میں حسنِ کارکردگی کے لحاظ سے علمِ انعامی کی حقدار اور پہلی دس مجالس کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔ یہ فہرست حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں منظوری کیلئے بھجوائی گئی تھی۔ جو حضور نے ازراہِ شفقت منظور فرمائی۔ اور فرمایا "منظور ہے اللہ مبارک فرمائے"۔

۱۔ مجلس انصار اللہ عزیز آباد کراچی اوّل اور علمِ انعامی کی حقدار

۲۔ مجلس انصار اللہ اسلام آباد شرقی دوم

۳۔ مجلس انصار اللہ دارالذکر فیصل آباد سوم

۴۔ مجلس انصار اللہ ربوہ چہارم

۵۔ مجلس انصار اللہ سکھیکی منڈی ضلع گوجرانوالہ پنجم

۶۔ مجلس انصار اللہ مغلپورہ لاہور ششم

۷۔ مجلس انصار اللہ بھون ضلع چکوال ہفتم

۸۔ مجلس انصار اللہ کریم نگر فیصل آباد ہشتم

۹۔ مجلس انصار اللہ ناظم آباد کراچی نہم

۱۰۔ مجلس انصار اللہ دوالمیال ضلع چکوال دہم

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ۔ پاکستان)

نتیجہ امتحان انصار اللہ پاکستان

(سہ ماہی سوم ۱۹۹۲ء)

خدا تعالیٰ کے فضل سے مرکزی امتحان مجلس انصار اللہ پاکستان سہ ماہی سوم میں کل ۱۹۴ مجالس کے ۱۲۰۳۴ انصار نے شرکت فرمائی۔ مندرجہ ذیل شرکاء نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

۱۔ مکرم عزیز احمد صاحب طاہر	ٹوبہ ٹیک سنگھ	اول
۲۔ مکرم عبدالجلیل عشرت صاحب	اسلام آباد	دوم
۳۔ مکرم ملک جمیل احمد صاحب	ناظم آباد۔ کراچی	سوم

علاوہ ازیں جن انصار نے خصوصی ذوق شوق اور قابل تقلید محنت اور ہمت سے پرچے حل کر کے مرکز کو بروقت بھجوائے اور خصوصی گریڈ کے مستحق قرار پائے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مکرم محمد شفیع سلیم صاحب (کھاریاں۔ گجرات)
۲۔ مکرم محمد حسین صاحب (شادیوال۔ گجرات)
۳۔ مکرم عبدالعزیز صاحب (دوالمیال)
۴۔ مکرم فیض احمد خان صاحب (کریم نگر۔ فیصل آباد)
۵۔ مکرم رفیق احمد صاحب ساہی (بیت النور۔ لاہور)
۶۔ مکرم محمد حسین صاحب گل (اوکاڑہ)
۷۔ مکرم قریشی نور احمد ہاشمی صاحب (قصور)
۸۔ مکرم چوہدری غلام احمد صاحب (۸۴۔ ایل پلاٹ)
۹۔ مکرم محمد سلیم صاحب (چک ۳۲۷ ایچ آر فورٹ عباس)
۱۰۔ مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب (۳۵ جنوبی سرگودھا)
۱۱۔ مکرم محمود مجیب صاحب اصغر (مظفر گڑھ)
۱۲۔ مکرم ڈاکٹر مورانی نثار احمد صاحب راٹھور (نوکوٹ۔ تھرپارکر)
۱۳۔ مکرم ہدایت اللہ صاحب ابڑو (مسن باڈہ۔ لاڑکانہ)
۱۴۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (مغلپورہ لاہور)
۱۵۔ مکرم شریف احمد صاحب اشرف (گوجر خان راولپنڈی)
۱۶۔ مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب (گلشن اقبال کراچی)
۱۷۔ مکرم ڈاکٹر شریف احمد صاحب (عزیز آباد کراچی)
۱۸۔ مکرم خان مسعود خان صاحب (فیصل ٹاؤن۔ لاہور)
۱۹۔ مکرم شیخ عبدالماجد صاحب (سکھر)
۲۰۔ مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب (دارالذکر۔ فیصل آباد)
۲۱۔ مکرم میاں عبدالحی صاحب ایڈووکیٹ (سیالکوٹ)
۲۲۔ مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب (نارتھ۔ کراچی)
۲۳۔ مکرم عبدالمنان فیاض صاحب (اسلام آباد شرقی)
۲۴۔ مکرم غلام رسول صاحب اعوان (ڈیرہ غازیخان)
۲۵۔ مکرم خالد محمود بھٹی صاحب (ٹاؤن شپ لاہور)
۲۶۔ مکرم ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (اقبال ٹاؤن لاہور)
۲۷۔ مکرم سید عزیز حسین شاہ صاحب (نصیرہ گجرات)
۲۸۔ مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب (اچھرہ لاہور)
۲۹۔ مکرم ایم عبدالقادر صاحب (رحمن پورہ لاہور)
۳۰۔ مکرم چوہدری غلام علی صاحب (دارالعلوم غربی)
۳۱۔ مکرم ماسٹر بشارت احمد صاحب (دارالعلوم وسطی)
۳۲۔ مکرم ملک محمد اعظم صاحب (دارالعلوم غربی)

۳۳۔ مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب (دار الرحمت شرقی)
۳۴۔ مکرم ڈاکٹر محمد شفیع چوہدری صاحب (دار الرحمت شرقی)
۳۵۔ مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب (دار البرکات)
۳۶۔ مکرم صلاح الدین صاحب (گولبازار)
۳۷۔ مکرم سعید احمد صاحب (دار الرحمت غربی)
۳۸۔ ملک جمیل الرحمن صاحب رفیق (دار الصدر جنوبی)
۳۹۔ مکرم چوہدری اللہ بخش صاحب (دار الصدر شمالی)
۴۰۔ مکرم منیر احمد صاحب (دار الصدر شمالی)
۴۱۔ مکرم غلام دستگیر صاحب ایڈووکیٹ (فیصل آباد)
۴۲۔ مکرم محمود احمد صاحب ایم ایس سی (لاہور کینٹ)
۴۳۔ مکرم مرزا منظور احمد صاحب بیگ (فیصل آباد)
۴۴۔ مکرم نصیر احمد صاحب راجپوت (عزیز آباد کراچی)
۴۵۔ مکرم میاں عبد القیوم صاحب (کوئٹہ)
۴۶۔ مکرم فضل الہی صاحب (کلیار ٹاؤن۔ سرگودھا)
۴۷۔ مکرم قاری احمد علی صاحب صادق (دار الیمن وسطی)
۴۸۔ مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی (دار الرحمت غربی)
۴۹۔ مکرم محمد شریف رندھاوا صاحب (فیکٹری ایریا)
۵۰۔ مکرم نذیر احمد صاحب (برہان نگر۔ میر پور خاص)
۵۱۔ مکرم شیخ محمد اسرائیل احمد صاحب (دار الصدر شرقی)
۵۲۔ مکرم یمین المجیبی صاحب (اسلام آباد)
۵۳۔ مکرم جمیل الرحمن صاحب (چنیوٹ)
۵۴۔ مکرم محمد سرور صاحب ابڑو (انور آباد۔ لاڑکانہ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم و فضل میں ترقی کے حامل اس مرکزی امتحان میں ذوق شوق سے شرکت کرنے والے اور نمایاں پوزیشن / خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے تمام انصار کے لئے یہ اعزاز مبارک کرے اور آئندہ بھی صحت و سلامتی کے ساتھ ان مرکزی پروگراموں میں پہلے سے زیادہ تعداد میں انصار کو یہ توفیق ملتی رہے۔

نوٹ:۔ نمایاں پوزیشن اور خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے تمام انصار کی خدمت میں بہت جلد انعامی کتب (روحانی خزائن) ارسال کر دی جائیں گی۔ موصول ہونے پر دفتر کو اطلاع کر دیں۔ شکریہ

(شیخ منور احمد شمیم)
قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان

بقیہ: حسن کارکردگی ناظمین اضلاع

۱۔ نظامت ضلع کراچی اوّل ناظم ضلع مکرم نعیم احمد خان صاحب
۲۔ نظامت ضلع لاہور دوم ناظم ضلع مکرم طاہر احمد ملک صاحب
۳۔ نظامت ضلع اسلام آباد سوم ناظم ضلع مکرم چوہدری محمد عبد الوہاب صاحب

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ پاکستان۔ ربوہ)

........اصل خزانہ گھر میں ہے

باہر کا دُھن آتا جاتا اصل خزانہ گھر میں ہے
ہر دُھوپ میں جو مجھے سایہ دے وہ سچّا سایہ گھر میں ہے

پاتال کے دُکھ وہ کیا جانیں جو سطح پہ ہیں ملنے والے
ہیں ایک حوالہ دوست مرے اور ایک حوالہ گھر میں ہے

مری عُمر کے اِک اِک لمحے کو میں نے قید کیا ہے لفظوں میں
جو ہارا ہوں یا جیتا ہوں وہ سب سرمایہ گھر میں ہے

تُو ننھّا مُنّا ایک دِیا میں ایک سمندر اندھیارا
تُو جلتے جلتے بجھنے لگا اور پھر بھی اندھیرا گھر میں ہے

کیا سوانگ بھرے روٹی کیلئے عزّت کیلئے شہرت کیلئے
سُنو شام ہوئی اب گھر کو چلو کوئی شخص اکیلا گھر میں ہے

اِک ہجر زدہ بابل پیاری ترے جاگتے بچّوں سے ہاری
اے شاعر کس دنیا میں ہے تُو تیری تنہا دنیا گھر میں ہے

دنیا میں کھپائے سال کئی آخر میں کھُلا احوال یہی
وہ گھر کا ہو یا باہر کا ہر دُکھ کا مداوا گھر میں ہے

جناب محترم عبیداللہ صاحب علیم

اگر رمضان سچّا گذرا ہے......

"پس وہ لوگ جو رمضان میں سے گذر جاتے ہیں۔ نیکیاں اختیار کرتے ہیں۔ مگر خدا کو قریب نہیں پاتے ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ ان کو اپنے متعلق غم لگا لینا چاہیئے۔ فکر لگا کے بیٹھ رہنا چاہیئے کہ ہم نے کیا کیا! سارے مہینہ سختیاں جھیلیں اور پھر بھی نہ آیا۔ ہم خدا کے قریب ہونے کی کوشش کرتے رہے لیکن خدا آج بھی ہم سے دُور ہے۔ اور وہ فاصلے پاٹے نہیں گئے۔ پس رمضان کی صداقت کا اعلان ہے اور اسکی پہچان ہے۔

اگر رمضان سچا گذرا ہے تو اس طرح پھر رمضان اپنی جزاء دیا کرتا ہے اور اگر رمضان سچا گذرا ہے تو اس کی جزاء ضرور خدا ہوگا اور تم خدا کو اپنے پاس دیکھو گے فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي پھر وہ زیادہ اس بات کے اہل ہوں گے کہ خدا کی آواز پر لبیک کہہ سکیں۔ کیونکہ جب ایک دفعہ پھل چکھا دیا جائے تو دوبارہ محنت کرنے کی صلاحیت پہلے سے بڑھ جایا کرتی ہے۔ جو مقصد تھا وہ حاصل ہُوا۔ نظر آیا کہ اب خدا قریب آگیا ہے۔ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ جب وہ مجھے قریب دیکھیں گے تو میری باتیں زیادہ غور سے سُنیں گے۔ پس یہ ایسا مضمون ہے جو دونوں طرح عمل دکھلا رہا ہے۔ بہت ہی خوبصورت مضمون ہے (انی قریب) ایک شرط ہے کہ مَیں قریب ہوں گا مَیں دعا کا جواب دوں گا شرط یہ ہے کہ تم بھی تو میری باتوں کا جواب دیا کرو۔ اور ایک مضمون یہ ہے کہ جب مَیں قریب آجاؤں گا رمضان کی محنتوں کے نتیجے میں فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي اب تو اُن پر فرض ہو جائے گا کہ ضرور میری باتوں کو دھیان سے سُنیں اور اُس کا مثبت جواب دیا کریں۔ پہلے اگر غفلتیں ہوتی تھیں تو اب اس غفلت کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ فروری ۱۹۹۳ء)